رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM WEEKLY QADIAN,

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعود)

الحکم

دور جدید

ان اللّٰہ لا یغیر بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار جس کو
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب
احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
(مجاہد مصری)

چندہ

والیان ریاست سے	مار
عوام وامراء سے	صہر
معاونین سے	عہر
عوام سے	صمہر
ممالک غیر سے	۱۲ر

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
خدا کے فضل اور
رحم کیساتھ شائع
ہوتا ہے

جلد ۳۷ | ۲۸ر جون ۱۹۳۴ء مطابق ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ یوم پنجشنبہ | نمبر ۲۳

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللّٰہ بنصرہٖ والمہدی کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم کو جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے (آمین ثم آمین) الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حال ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰہم آمین

خاکسار
مرزا محمود احمد
(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

معاونین الحکم سے دو باتیں

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے الحکم اپنے اس دور جدید کی پہلی ششماہی ختم کر رہا ہے۔ اس عرصہ میں اس کی ہر اشاعت خدا تعالیٰ کے فضل سے تاریخ مقررہ سے تین دن قبل ہوئی۔ اور اسکا کوئی نمبر ایسا نہیں تھا۔ جس نے پڑھنے والوں سے خراج تحسین حاصل نہ کیا ہو۔ اس خراج تحسین کی آوازیں ہندوستان کے ہر گوشہ سے ہی نہیں۔ بلکہ ہندوستان سے باہر افریقہ۔ لنڈن اور امریکہ تک سے اٹھیں اور ہر آواز نے ہمارے اندر ایک امید اور مسرت کی لہر پیدا کر دی۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ غیر مذاہب کے متعدد افراد نے بھی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

ایک ہندو گریجویٹ کی دلچسپی!

ابھی چند یوم کی بات ہے، کہ مکرم سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے سنایا ایک ہندو گریجویٹ نے جو ایم اے ہے۔ اور خود بھی اخبار نویس ہے۔ نے اثنائے گفتگو میں ان سے کہا کہ "الحکم افراد سلسلہ میں ایک نئی زندگی پیدا کرتا ہے اور وہ اول سے آخر تک اپنے اندر جماعت کی تعلیم و تربیت کا سامان رکھتا ہے۔ اور جماعت کو عظیم الشان مقصد کے لیئے تیار کرتا ہے"

بعض احباب نے لکھا کہ ان کو الحکم پڑھنے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نظر آنے لگا۔ بعض نے کہا کہ ہم جب تک الحکم کو اول سے لے کر آخر تک نہ پڑھ لیں چین نہیں آتا۔

بعض احباب نے اطلاع دی کہ وہ الحکم کے پرچے کو خاص اہتمام سے رکھتے ہیں۔ تاکہ کوئی پرچہ ضائع نہ ہو۔ یہ سب امور اس امر کی کھلی کھلی دلیل ہیں۔ کہ الحکم نے احباب کے قلوب میں ایک غیر معمولی فضاء پیدا کر لی ہے۔ لیکن اس قدر امر ہمارے لئے اور اخبار کے لیئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اخبار کی زندگی کے اور اس کے بقاء و قیام کے لیے کم از کم ایک ہزار خریداروں کی ضرورت ہے

موجودہ اخراجات کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر جن خریداروں کو ہم وی پی کرتے ہیں وہ ہر ماہ وصول کرتے رہیں۔ تو زیادہ سے زیادہ ہم تین یا چار ماہ تک اخراجات چلا سکیں گے اور اس طرح سے اگلے دو تین ماہ کے اخراجات کے لئے ہمکو دقت کا سامنا کرنا پڑے گا

اس لئے اخبار کے بقاء و قیام کے لئے کم از کم ایک ہزار خریداروں کی ضرورت ہے

ہم خدا کے فضل سے یہ کہنے کے قابل ہو گئے ہیں کہ اس قلیل عرصہ میں الحکم کی اشاعت پانسو تک پہونچ گئی ہے۔ اس لئے اگر ہر ایک خریدار ایک ایک خریدار بھی دے تو یہ ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم یہی نہیں چاہتے ہیں بلکہ ہم اس میں مزید ترقیاں بھی داخل کر سکیں۔ اسلئے ہم تمام خریداران و سرپرستان الحکم سے آج ایک کھلا کھلا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ الحکم زندہ رہ کر۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت۔ سوانح۔ ملفوظات اور آپ کے صحابہ کی سیرت کو شائع کر کے محفوظ کر دے۔ تو آپ اس کی زندگی و بقاء کے لیئے ہی نہیں۔ بلکہ اس کے لیئے ایک دفعہ متفقہ کوشش کریں۔ اس کوشش کا پہلا قدم یہ ہے کہ الحکم کی اشاعت

دو ہزار ہو

اگر الحکم کا ہر ایک خریدار یکم جنوری ۱۹۳۵ء تک تین تین خریدار دینے کا عزم کرے تو الحکم کی اشاعت دو ہزار ہو سکتی ہے۔ جس سے ہم نہ صرف اس کے اخراجات کی فکر سے آزاد ہو جائیں گے۔ بلکہ ہم اس میں مزید مفید تبدیلیاں کر سکیں گے اور الحکم معنوی صورت کے علاوہ ظاہری طور پر اپنے حجم اپنی شکل و صورت اور اپنی جاذبیت میں بہترین پرچوں میں شمار ہو سکے گا۔

ہمارا دوسرا مطالبہ

یہ باتیں اشتہاری باتیں نہیں۔ اور نہ اخبار کے صفحات کو ختم کرنے کے لئے لکھی جاتی ہیں۔ بلکہ اخبار اپنے خریداروں کی ایک برادری رکھتا ہے جو اس کے نفع و نقصان کے برابر شریک سمجھے جاتے ہیں۔ پس میں خریداران الحکم سے اس اصل پر دوسرا مطالبہ یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں موجودہ پانچسو خریداروں میں کم از کم دو سو خریدار الحکم کو معاونت کا چندہ دیں یعنی للعہ روپے سالانہ۔ میری اگر اس درخواست نے قبولیت کا رنگ اختیار کیا۔ تو میں ایسے دوستوں کے اسمائے گرامی شائع کرنے میں خوشی محسوس کروں گا۔ جو الحکم کی اعانت خریداروں کے رنگ میں یا معاونین کے چندے کی شکل میں کریں گے۔

بقایاداران سے

اسوقت ایک بڑی تعداد ایسے دوستوں کی موجود ہے جنھوں نے اسوقت تک قیمت ادا نہیں کی۔ ان میں سے بعض احباب نے ایک سے زیادہ دفعہ وی پی واپس کیا۔ مگر پرچہ بدستور لے رہے ہیں۔ ان کی خدمت میں بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ چھ ماہ تک الحکم لینے کے بعد ان کی طرف سے قیمت ادا کرنا شائستگی میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے اب وہ مہربانی کر کے اس حق کو جو ان کے ذمہ واجب الاداء ہے۔ ادا فرما کر مشکور فرماویں۔

اور اب بھی اگر وہ اس روش پر قائم رہے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ دیدہ و دانستہ سلسلہ کے ایک قیمتی پرچے کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ الحکم کے خریداران میں سے ایک بھی ایسا آدمی نہیں اس لئے ان سب سے میری درخواست ہے کہ اب وہ اپنی قیمت ادا فرما کر ممنون فرمائیں۔ بلکہ وی پی کا انتظار ہی نہ کریں۔

غیر ممالک کے خریدار

غیر ممالک کے خریدار صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہاں چونکہ تین گنا زیادہ محصول لگا کر اخبار بھیجنا پڑتا ہے۔ اس لئے اخبار کے ذریعہ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ فوراً اپنے چندے بلکہ اس کے ساتھ مزید ڈونیشن بھی اس کے استحکام کے لئے جلد سے جلد بھیجدیں اور جدید خریداروں کے لئے سعی کریں

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے آپ کے اموال میں بھی برکت ڈالی ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ اس نام کی بلندی کے لئے آپ اپنے اموال کو صرف کریں اور ایسے لوگوں کے نام اپنی گرہ سے پرچے جاری کرائیں۔ جو خود قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ مگر ان کی روحیں الحکم کی خریداری کے لئے بیقرار ہیں۔

احمدی انجمنوں سے التماس

ختم کرنے سے پہلے میں احمدی انجمنوں سے بھی یہ التماس کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اجتماعی حیثیت سے بھی اعانت الحکم کے سوال پر نظر کریں الحکم کا بقاء و استحکام احمدی جماعت کے ملی فرض میں داخل ہے۔ وہ بجائے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عصر سعادت کی یادگار ہے حضرت اقدس نے اسے اپنا ایک بازو قرار دیا اور احمدی انجمنوں کے قیام کی تحریک میں الحکم نے ایک پایونیر کا کام کیا ہے۔ اس لئے اجتماعی حیثیت سے الحکم کی ایک ایک کاپی ہر جماعت کو خریدنی چاہیئے۔

اس مقصد کے لئے انجمنوں کے سکرٹری صاحبان کو مناسب ہے کہ وہ جلد سے جلد الحکم کی خریداری کی درخواست کریں۔ میں الحکم کی ایک ایک کاپی تمام انجمنوں کے سکرٹری صاحبان کی خدمت میں ارسال کروں گا۔ اور اگر کوئی انجمن کسی وجہ سے خریداری کے لیئے آمادہ نہ ہو تو وہ از راہ کرم ہو ایسی اطلاع دے۔

خاکسار

محمود احمد عرفانی

سیرۃ المہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ورق

(سلسلہ کے لئے دیکھیے الحکم ۲۱ر جون ۳۴ء)

کامیابیوں کی کلید استقامت ہی ہے

حقائق آلکیہ ایمانیہ سے واقف سمجھ سکتا ہے کہ ساری نبوتوں اور امامتوں اور ولائیتوں کی جان اور کامیابیوں کی کلید یہی استقامت ہے۔ اور اس کی جڑ حقیقت میں وہ ایمان اور یقین ہے۔ جو ایک راستباز کو خدا کے کلمات اور اس کے وعدوں پر ہوتا ہے۔ یہی وہ استقامت یا ایمان بکلمات اللہ ہے جس نے مکہ کی کالی اور ڈراؤنی راتوں میں ہمارے سید و مولیٰ سرور اہل ملا کو مشعل کا کام دیا اور بالآخر مدنی زندگی کے روشن اور سفید دن دکھائے۔ اور ابتدائے آفرینش سے قیامت تک کا کامیابی کا کامل نمونہ آپ کی ذات کو بنایا۔

میں سچ سچ کہتا ہوں یہی وہ استقامت ہے۔ جو مسیح موعود کے دعویٰ کو دن بدن زور قوت اور شوکت میں بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ کیا یہ پوشیدہ بات ہے کہ سنہ ۱۸۹۱ء میں دعویٰ اور بنیات کی کیا صورت تھی۔ اور آج کیا صورت ہے۔ اس اثناء میں کس قدر آندھیاں آئیں۔ مولویوں، شاعروں، ناثروں، صوفیوں جسمانی زور کی دھمکی دینے والوں غرض اپنوں اور بیگانوں نے کیا تھوڑے زور لگائے کہ اس مدعی کو مٹا دیں یا کم سے کم اس دعویٰ کو ہی کمزور اور پست آواز کر دیں۔ مگر پھر یہ بات کیا ہے کہ زور اور تحدی دن بدن ترقی پر ہے۔ اتنے برس ایک بزدل اور مفتری اور کاذب کو مضبوط قدم رکھنے میں ساتھ نہیں دے سکتے۔ مادی چشموں سے پانی پینے والا آخر تھک جاتا ہے اکتا جاتا اور ہار کھا جاتا ہے۔ مگر میرا مسیح میرا آقا ایدہ اللہ تو اب ۱۸۹۹ء میں جوان ہوا ہے۔ کفر کے فتوے اعداء کے منصوبے مخالفوں کے موذی مقدمے اور اس اور اس کی ساری تدبیریں اس کے کھیت کی کھاد بن گئیں۔ وہ جو نادانی سے ہنستے اور ناعاقبت اندیشی سے بغلیں بجاتے تھے۔ کہ اب نبوت بند ہو گئی ذرا صبر کریں وہ دیکھیں گے۔ اور انشاء اللہ جلد دیکھیں گے کہ

خدا اپنے مرسل کا کیسا ناصر و مولیٰ ہے

اور چاہتا ہے کہ ایک عالم کو یقین دلا دے کہ مرزا غلام احمد لاریب مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے۔"

یہ ۱۸۹۹ء میں حضرت مخدوم الملۃ نے شائع کیا اسکے بعد ۹ برس تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جسم عنصری میں زندہ رہے۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ جسے ہر قسم کے دکھ دیئے گئے تھے اور جس کی ناکامی اور نامرادی کی آرزو میں بڑے بڑے جبہ پوش خائب و خاسر رہے۔ آخر کامیاب و بامراد اٹھا۔ اور کسی قسم کی مخالفت اور عداوت نے آپکے عزم و استقلال میں فرق نہ آنے دیا۔ یہی وہ استقامت تھی جس کو کہتے ہیں

الاستقامۃ فوق الکرامۃ

اعجاز المسیح اور مظاہرہ استقامت

اعجاز المسیح ایک نشان ہے جو پیر گولڑوی کے مقابلہ میں سورۃ فاتحہ کی اعجازی تفسیر کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ ان ایام میں آپ کی پر خلوص استقامت کا جو مظاہرہ ہوا اسے میں اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ حضرت مخدوم الملۃ کی آنکھ اور قلم سے پیش کرتا ہوں اگرچہ میں خود بھی اسکے دیکھنے والوں میں ہوں۔ فرماتے ہیں:-

"اخوانی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کئی دفعہ میری روح میں پُر زور تحریک ہوئی کہ ان اثروں اور نقشوں پر کچھ لکھوں۔ اور بھائیوں کو مستفید و مسرور کروں۔ جو اس حلقہ میں حضرت موعود علیہ السلام کی زندگی کے خاص اور بالکل نئے حصہ کے مشاہدہ سے میرے حق جو۔ حق بیں۔ حق گو۔ قلب پر وردو منقش ہوئے ہیں۔ پیر گولڑی کے بمقابل تفسیر لکھنے کی میعاد (۷۰) دن ٹھیری تھی۔ اس بڑی ہی تھوڑی میعاد میں سے بھی جو اصلاً اور حقیقۃً سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں غیر مسبوقہ حقایق کے ساتھ تفسیر لکھنے کے لیئے نہایت غیر مکتفی تھی۔ پورے تیس دن حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام نے یوں ہی منہا کر دیئے کہ اس اثناء میں آپ کے دست و قلم میں خاص منافرت رہی ایک نقطہ تک نہ لکھا۔ اور نہ اس غیر مالوف کو جگہ سے ہلا دینے والے کام کے نازک ذمہ داری کی طرف کچھ توجہ ہی کی

پورے ایک مہینے کے بعد جب لکھنے کا ارادہ کیا معاً برد و اطراف اور ضعف کے اس قدر متواتر دورے پڑنے شروع ہوئے کہ بسا اوقات پُر دل امید زندگی کے چراغ کو شمع سحری کی طرح ٹمٹماتا دیکھ کر یاس کے تاریک کونے میں سر نگوں بیٹھ جاتی تھی مینے دس سال اسقدر اتصال اور ہجوم ان ہولناک امراض کو نہیں دیکھا تھا صحت کا یہ حال اور وعدہ اس قدر مضبوط — منجانب اللہ ہونے۔ مؤید من اللہ ہونے کا ایک نشان اور معیار اور ایک حلیہ باقی۔ کوئی معمولی آدمی ہو اور عزت و ذلت کا معاملہ ہو۔ تو ایک سوچنے والا سوچ سکتا ہے کہ اس کے دل اور جان پر کیا گذر سکتی ہے۔ یہاں سارے جہان سے ٹکر لگی ہوئی ہے۔ ایک مامور اور مرسل اللہ کی برسوں کی کامیاب عزت معرض امتحان میں۔ ضعیف محدود بشری نگاہ کے نزدیک معرض خطر میں تھی۔ مسودہ لکھنا۔ کاپی لکھنا۔ پروف دیکھنا اور پوری صفائی سے چھپنا۔ یہ سب کام ضروری تھا کہ اس تھوڑی مدت میں پورے ہوں۔

میرا دل بصیرۃ اور دلائل سے اس پر شاہد اور قائم ہے کہ اسوقت سے آپ کی مبارک انگلیوں کو چھونے کا شرف قلم کو ملا ایسی تفسیر کا کام آپ کو پیش نہیں آیا۔ ایک بات اور ایک تکلیف آپ کو پیش نہیں آئی۔ مختلف قسم کی زحمتوں کا سامنا آپ کو کرنا پڑا۔ آپ کی کریم و رحیم فطرت کا خوذ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) اور قرآن کریم کے اتباع سے ایک ہی رنگ پر اور مختصر پیرایہ پر قانع نہ ہونا۔ معانی اور نکات کے بحر ذخار کے مضطرب امواج کا آپ کی معنی آفریں۔ جودت زا طبیعت میں موجیں مارنا۔ محدود وقت کی سخت قید لگ جانا اور ان سب پر سب سے زیادہ زحمت خوفناک امراض کا پے در پے حملہ آور ہونا۔ غرض یہ ایسی تحریکیں اور دباؤ تھے کہ ایک مامور کو پیسا کر سرمہ کر دیتے بسا اوقات قوی دل لوگ بھی ایسے موقعوں پر جی چھوڑ کر رہ جاتے اور جدید اور لذیذ مضامین کا پیدا کرنا تو برکنار موجودہ علم و دانش بھی ان کے دماغ سے پرواز کر جاتی ہے۔ مگر حضرت موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور اذن سے ۲۰ تاریخ کو تفسیر کی تسوید سے فراغت کر لی اور کاتب اور مطبع کا کام رہا جو انشاء اللہ دو روز میں۔ میرا موضوع اسوقت یہ نہیں کہ تفسیر کی نسبت گفتگو کروں اور اسکے اعجاز کے پہلوؤں پر بحث کروں وہ انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵ تک حسب وعدہ شائع ہو جائے گا۔ سنت اللہ کے موافق سعید اسے معجزہ اور آیۃ اللہ سمجھ کر خدا تعالیٰ کے نور کو پہچان لینگے اور شقی اسی سے ٹھوکر کھائینگے جو ان کے اشباہ و امثال کے لئے موعودوں کے زمانہ میں تیار ہوا ہے۔

میرا مقصد اسوقت یہ ہے کہ میں اپنے ان دوستوں کو حضرت مامور کی استقامت اور اخلاص کی کیفیت کا نقشہ دکھاؤں۔ جو قدرت کی تقدیروں سے اس نظارہ کے معائنہ سے دور پڑے ہیں۔ میرا دل مجھے یقین دلاتا ہے۔ محبوب و مولیٰ اور رؤف رحیم آقا کی یہ زحمت اور تکلیف جو اس راہ میں ان پر پڑی ہے — ان کے عاشق خدام کی محبت اور عشق کے لئے مہمیز کا کام دیگی اور یہ اطلاع اور شعور اور احساس ایک آگ ہوگی جو غیرت کو غیر کا ہم تنظیم اور تکریم کو۔ نہ کہ کسی قسم کے جہد و دیانت کے خیال اور لغیق کو ان کے دل سے راکھ کر کے نکال ڈالے گی۔ میرا یگانہ اور شریک حال خدا جس کی عظمت و جبروت کا تصور ایک صادق کی بیٹھ کی ہڈیاں توڑ دیتا ہے۔ گواہ اور آگاہ ہے کہ میں آپ کی اس محنت اور جانفشانی اور بیماریوں کی شدت کو دیکھ کر بسا اوقات خوشی محبت میں سخت رنج اور دکھ سے بھر جاتا اور بھاری صدمہ اپنی جان میں محسوس کرتا اور میرا دل صحیح کہتا کہ حقیقی کفارہ اور واقعی قربانی یہ ہے۔

خلوت پسندی اور شہرت و نمائش سے نفرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ گوشۂ خلوت پسند تھا۔ بارہا آپ نے فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے کھینچکر باہر نہ نکالتا۔ تو میں اسی گوشۂ تنہائی کو ہی غنیمت سمجھتا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھکو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا!
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار

اور میری ساری راحت اور خوشی اسی میں تھی خدا کی مشیت نے جب آپ کو اصلاح خلق کے کام پر مامور فرمایا تو آپ باہر آئے مگر اس حالت میں بھی آپ ہمیشہ ہر قسم کی نمائش و نمود سے پرہیز رہا۔ اور یہ خصوصیت آپ کی ہر موقعہ پر نمایاں رہی۔ مجلس میں آپکے لئے کوئی خاص مسند اور امتیازی جگہ نہ ہوتی تھی۔ خدام سے ملاقات میں آپ کے چہرہ اور زبان سے ایسے علامات اور الفاظ کا اظہار نہ ہوتا جس سے ذرا بھی شائبہ کسی تفوق کا پایا جاوے۔ میں نے دیکھا کہ بعض ایسے مواقع پیش آئے۔ جہاں نمائش کا موقع تھا۔ لیکن حضور نے ہر ایسے موقعہ پر ناپسند فرمایا۔ میں دو مثالیں پیش کرتا ہوں:۔

(۱)

جہلم میں مولوی کرم الدین ساکن بھین نے ایک فوجداری مقدمہ دائر کیا اوائل سنہ ۱۹۰۳ء میں اس کی تاریخ مقرر تھی اس موقعہ پر ایک دوست نے عرض کیا کہ حضور اگر اجازت ہو تو ایک اشتہار دیدیں، تاکہ لوگ سٹیشنوں پر آجاویں۔ بظاہر ایک ایسے انسان کے لئے جو خدا کا فرستادہ ہو اس قسم کے اعلان سے کچھ حرج نہ تھا۔ مگر اس میں ایک شائبہ نمائش کا تھا۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا:۔ کہ "جو ہمیں جانتے ہیں وہ تو اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور جو جماعت میں داخل نہیں ان کے لئے سر درد خریدنے کی ضرورت کیا ہے؟ میری طبیعت کے یہ امر خلاف ہے۔ اگر وہ اہل ہوتے تو خود یہاں آتے اب اس طرح ان سے ملاقات کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے"

اس موقعہ پر ہمارے ایک پرانے مخلص دوست منشی احمد دین صاحب جو ان ایام میں گوجرانوالہ میں اپیل نویس تھے ....

....

...... انھوں نے ایک اور رنگ میں بات کو پیش کیا۔ کہ حضور! گوجرانوالہ پہونچنے کا ٹھیک وقت معلوم ہو تو کھانا لے کر حاضر ہوں۔ فرمایا خدا لے جاتا ہے اور اس کے حکم سے جانا ہے۔ کیا معلوم کس وقت جانا ہو۔ آپ دعوت کے اخلاص کا ثواب پا لیں گے۔

(۲)

قادیان کے بعد حضور نے جس مقام کو یہ عزت دی کہ وہ مجھے پسند اور پیارا ہے۔ وہ سیالکوٹ ہے جہاں حضور نے اپنے عہد شباب کے چند سال گزارے تھے۔ سیالکوٹ کی جماعت کو بھی ایک نمایاں شرف ہے کہ اس نے سلسلہ کے آغاز میں حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت میر حامد شاہ صاحب اور بہت سے دوسرے مخلص خدام پیدا کئے۔ مقدمات کے ایام میں غالباً سنہ ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور گئے۔ تو جماعت سیالکوٹ نے وہاں پہنچ کر سیالکوٹ کے لئے حضور سے وعدہ لے لیا کہ سیالکوٹ بھی جائینگے۔ ایفاء عہد کے لئے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے سیالکوٹ جانے کا عزم فرمایا۔ مقدمات سے فرصت پاکر جب آپ قادیان تشریف لے آئے۔ تو جماعت سیالکوٹ نے میر عبدالرشید صاحب مرحوم جو حضرت میر حامد شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ جن کی نگرانی میں منارۃ المسیح کے بجٹے کا کام ہوا۔ اور منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی گئی۔ وہ حضور سے تاریخ روانگی وغیرہ امور کے لئے استصواب کرنے کو آئے۔ حضور نے انھیں جواب دیا کہ دو چار روز کے بعد جواب دونگا اسی اثناء میں سیالکوٹ سے ایک تاکیدی خط میر عبدالرشید صاحب کے نام آیا۔ کہ ایسے وقت آنا چاہئیے کہ حضور کا داخلہ شہر میں دن کیوقت ہو مگر حضور نے جس گاڑی میں جانے کا عزم فرمایا تھا وہ رات کو پہنچتی تھی۔ آپنے اس ارادہ کو بدلنا پسند نہ کیا۔ پھر ایک خاص آدمی قادیان سیالکوٹ سے محض اس ترمیم کے لئے آیا۔ مگر حضور نے اپنے پروگرام کو تبدیل نہ کیا۔ اور اس گاڑی میں ہی گئے جو رات کو پہنچی۔

اگر کوئی شخص حب جاہ اور نمائش کا گرویدہ ہوتا اور وہ اپنے جلوس کی شان کے لئے جو نمایاں ہوتی پسند کرتا۔ مگر آپنے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ اس لئے کہ آپ کے گوشۂ خاطر میں اس کے لئے جگہ ہی نہ تھی۔ لیکن خدا کی قدرت کا نظارہ دیکھو کہ آپ جب سیالکوٹ پہونچے تو باوجود اس کے کہ رات ہو گئی تھی ہزارہا لوگ سٹیشن پر موجود تھے۔ آج دنیا داروں کے لئے جلوس نکالنے آسان نہیں۔ مگر اس وقت ایک ایسا شخص جس کی مخالفت کا بازار گرم تھا۔ اور سیالکوٹ میں کئی دن سے باقاعدہ مخالفت کا بازار گرم تھا۔ اور باقاعدہ جلسے ہو رہے تھے۔ کہ کوئی ان کے دیکھنے کو نہ جائے۔ ورنہ طلاق ہو جائے گی۔ ہزاروں لوگ نہ صرف سیالکوٹ سے بلکہ دیہات سے آئے ہوئے موجود تھے۔ یہ جاذبہ اور کشش آپ کی تھی۔ اور جس چیز کو آپنے ترک کیا نمائش۔ خدا تعالیٰ نے آپ اس کا سامان کیا۔

ایسا ہی جہلم کے سفر میں پروگرام تک مشتہر نہ کیا گیا۔ دوستوں کو اطلاعیں دینے۔ ان کی دعوتوں کو منظور کرنے میں تامل ہوا۔ مگر وہ نظارہ جن آنکھوں نے دیکھا ہے وہ دوسروں کو دکھا ہی نہیں سکتیں اس کی کیفیت اور تاثرات کو بھی کوئی زبان اور مرقع نگار پیش نہیں کر سکتا۔ اور یہ ایک ایسا تماشا تھا

خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نشان ہوتے ہیں

میں نے ان سفروں میں جو دیکھا اسوقت لکھدیا تھا۔ آج جس ایمان اور معرفت کے ساتھ ان حقائق کو میں سمجھتا ہوں۔ اسپر بیان کروں تو کئی گھنٹوں میں وہ حقیقت ختم نہ ہو۔

جیسے نمود و نمائش سے آپ کو نفرت تھی اس کے ساتھ ہی ریا کا آپ کے اعمال میں وہم بھی نہیں آسکتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ کیا کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ میں بھی ریا آوے۔؟

فرمایا کیا تم کبھی چڑیا خانے گئے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا شیر چیتے اور دوسرے جانور ہوتے ہیں۔ کیا کبھی یہ خیال آسکتا ہے کہ ان کے سامنے لمبی نمازیں پڑھیں۔ وہاں تو ریاکار سے ریاکار انسان کے دل میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا۔ اس کی وجہ یہی کہ وہ جانتا ہے کہ یہ جانور ہماری جنس سے تو ہیں نہیں۔ پھر ریا کیسی۔ ریا تو ہم جنسوں سے ہوتی ہے۔ اہل اللہ کیسی سے ریا کریں ان کی مثال دوسرے لوگوں کے سامنے ایسی ہوتی ہے جیسے چڑیا خانہ کی

حقہ نوشی ترک کرنیکی تحریک

اے احمدی دوستو! آپ کو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلئے پیدا کیا ہے کہ جو جو گندی رسوم مسلمانوں میں جاری ہو گئی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ مگر افسوس آپنے کبھی حقہ سگرٹ کی عادت دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حقہ سگرٹ کی عادت اب احمدیوں میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔ مجھے تو افسوس یہی کہ جو چوہڑا یا چمار یا ہندو اپنا مذہب جب تبدیل کرکے سکھ مذہب اختیار کرتا ہے تو وہ حقے اور سگرٹ کو صرف گرو کے کہنے سے فوراً چھوڑ دیتا ہے مگر احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی ایدہ اللہ نے سخت منع کیا تھا۔ بلکہ مرزا غلام احمد صاحب کو حقہ چھڑانے کے لئے مبلغ بھی مقرر کیا تھا

دوستو! خدا سے ڈرو۔ لوگوں سے نہ ڈرو کیا کوئی غریب آدمی کسی بڑے افسر کے سامنے حقہ یا سگرٹ پیتا ہے۔؟ نہیں۔ اس لئے کہ وہ اس سے ڈرتا ہے۔ کہیں سزا نہ دیدے پھر کیا خدا تعالیٰ کا ڈر ان افسروں جتنا بھی نہیں۔ دیکھو خدا کے مسیح علیہ السلام اور اس کے خلیفوں نے منع کیا ہے۔ اور اس کے حکموں کو ماننا ہر احمدی کا فرض ہے جو کوئی اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے پس اس قبیح عادت کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اسی میں تمہاری فلاح اور بہتری ہے

ہر بھائی کو لازم ہے کہ وہ حقہ سگرٹ کی عادت کو چھوڑ دے خدا اس کی مدد کرے گا۔ اور جو دوست اس بری عادت کو چھوڑیں وہ اپنا نام لکھکر مجھے روانہ کریں عاجز بھی اس کے لئے دعا کرے گا اور حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی دعا کرائیگا۔ والسلام

(بابا محمد حسن متصل دفتر الحکم قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے الحکم ۲۱ر جون ۱۹۳۷ء)

فالج ایک طرف گرتا ہے۔ مگر یہ فالج ایسا فالج تھا۔ کہ دونوں طرف گراتھا۔ فساد کامل دنیا میں برپا ہو چکا تھا۔ نہ بحر میں امن وسلامتی تھی۔ اور نہ بر پر سکون و راحت۔ اب اس تاریکی اور ہلاکت کے زمانہ میں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ آپ نے آکر کیسے کامل طور پر اس میزان کے دونوں پہلو درست فرمائے۔ کہ حقوق اللہ وحقوق العباد کو اپنے اصلی مرکز پر قائم کر دکھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی طاقت کا کمال اسوقت ذہن میں آسکتا ہے۔ جبکہ اس زمانہ کی حالت پر نگاہ کی جاوے۔ مخالفوں نے آپ کو اور آپ کے متبعین کو جس قدر تکالیف پہنچائیں۔ اور اس کے بالمقابل آپ نے ایسی حالت میں جبکہ آپ کو پورا اقتدار اور اختیار حاصل تھا۔ اُن سے جو کچھ سلوک کیا۔ وہ آپکے علوشان کو ظاہر کرتا ہے۔ ابوجہل اور اس کے دوسرے رفیقوں نے کونسی تکلیف تھی جو آپ کو اور آپ کے جان نثار خادموں کو نہیں دی۔ غریب مسلمانوں اور عورتوں کو باندھ کر مخالف جہات میں دوڑایا۔ اور وہ چیری جاتی تھیں۔ محض اس گناہ پر کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی کیوں قائل ہوئیں۔ مگر آپ نے اُنکے مقابل صبر و برداشت سے کام لیا۔ اور جبکہ فتح مکہ ہوا تو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر معاف فرمایا۔ یہ کسقدر اخلاقی کمال ہے جو کسی دوسرے نبی میں نہیں پایا جاتا۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد۔ غرض بات یہ ہے۔ کہ اخلاق فاضلہ حاصل کرو۔ کہ نیکیوں کی کلید اخلاق ہی ہیں۔

(الحکم جلد ۴ نمبر ۲۶ تاریخ تقریر جولائی ۱۹۰۰ء)

عزیر نبی کی دوبارہ زندگی کا راز

مسیح علیہ السلام کی وفات کے منکر اپنی دلائل میں حضرت عزیر کی زندگی کا سوال پیش کرتے ہیں۔ وہ سو برس مر کر پھر زندہ ہوا۔

مگر یاد رہے کہ یہ احیا بعد الاماتت ہے۔ اور احیا کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ کوئی آدمی مرنے کے بعد ایسے طور پر زندہ ہو جاوے کہ قبر پھٹ جاوے۔ اور وہ اپنا بوریا بدھنا استر بستر اٹھاکر دنیا میں آجاوے دوم یہ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے ایک نئی زندگی جیسے کہ اہل اللہ کو دوسری زندگی دیجاتی ہے۔ جس طرح پر ایک شخص نے خدا سے ڈر کر کہا تھا کہ میری راکھ اُڑا دیجائے۔ اس پر خدا تعالےٰ نے اس کو زندہ کیا۔ یہ راکھ اکٹھا کرنا بھی ایک جسمانی زندگی تھی۔ مرنے کے بعد جو زندگی ملتی ہے۔ وہاں تو راکھ کا اکٹھا کرنا نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ سب کچھ ہوا۔ مگر اپنے گھر تو نہ آیا۔ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ تسلی کے لئے ایک بات باقی ہے کہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے نشان بنا دینگے۔ میں نے کہا یہ ضروری نہیں ہے کہ لوگوں کے سمجھے ہوئے کے موافق نشان ہو، اور ایسا ہو کہ قبر پھٹ جاوے۔ اور مردہ نکل آوے یہ غلط بات ہے۔

بعض آدمی حجۃ اللہ آیات اللہ کہلاتے ہیں۔ بعض وجود ہی نشان ہوتے ہیں۔ بعض کے مرنے کے بعد نشان قائم رہتے ہیں۔

یہ بیان کرنا ضروری تھا۔ کہ اس اعتراض کا منشاء کیا ہے۔ جس راہ کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ ہمارے مخالفوں کا مسیح کی نسبت تو یہ اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہی آسمان پر گئے اور زندہ ہی واپس آئینگے۔ عزیر کے قصہ سے اسکو کیا تعلق اور کیا مشابہت ہے؟

یہ مشابہت تو تب ہوتی اگر معترض کا یہ مذہب ہوتا کہ مسیح علیہ السلام قبر پھاڑ کر نکلیں گے۔ بلکہ اُن کا یہ مذہب ہی نہیں۔ تو پھر تعجب کی بات ہے کہ اس قصہ کو جو قیاس مع الفارق ہے کیوں پیش کرتے ہیں۔

ان معتقدات میں تو یہ ہے کہ کوئی اور شخص مسیح کا ہمشکل بن کر پھانسی ملا۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ اسی جسم سمیت اسی لباس میں آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور پھر یہ بھی تو نہیں بتلاتے کہ وہ آسمان پر بیٹھے کرتے کیا ہیں کیا بہشت میں نجاری کا کام کرتے اور بہشتیوں کے تخت بناتے ہیں۔ خیر ہم کو اس سے بحث نہیں ہے۔ مگر جو نقشہ پیش کرتے ہیں اسکو عزیر کے قصہ سے کیا تعلق اور نسبت ہے؟

غرض اس سلسلہ میں یعنی مسیح کے قصہ میں عزیر کا قصہ داخل کرنا خلط مبحث ہے ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ عزیر کے قصہ کو مسیح کے آنے نہ آنے سے کچھ تعلق نہیں ہے ہاں اگر رنگ سوال اور ہو تو اور بات ہے۔ یعنی عزیر کیونکر زندہ ہوا۔؟ ہم اس قسم کی حیات کے منکر ہیں اور سارا قرآن اول سے آخر تک منکر ہے

اللہ تعالیٰ نے جو تجویز بندوں کے لئے رکھی ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں وغیرہ پر ایمان رکھ کر خاتمہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ فرشتہ ملک الموت آکر قبض روح کر لیتا ہے۔ اور پھر اور واقعات پیش آتے ہیں۔ منکر نکیر آتے ہیں۔ اعمال آتے ہیں۔ پھر کھڑکی نکالی جاتی ہے پھر قرآن کریم کہتا ہے کہ موتیٰ قیامت ہی کو اُٹھیں گے۔ یبعث اللہ الموتیٰ۔ معالم میں لکھا ہے کہ رجوع موتیٰ نہیں ہوتا۔

قرآن کریم کے دو حصے ہیں۔ کوئی بات قصہ کے رنگ میں ہوتی ہے۔ اور بعض احکام ہدایت کے رنگ میں ہوتے ہیں بحیثیت ہدایت جو پیش کرتا ہے اس کا منشاء ہے کہ مان لو۔ جیسے ان تصوموا خیر لکم۔

اب صوم شتر مرغ کی بیٹ کو کہتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں احکام میں صفائی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اسی ہدایت کے سلسلہ میں فرمایا کہ ملک الموت آتا ہے۔ اور پھر رجوع ہوتا ہے اور حدیث میں اس کی تائید آتی ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے فیمسک التی قضی علیھا الموت یعنی جس نفس پر موت کا حکم دیدیتا ہے اُس کو واپس نہیں آنے دیتا۔ دیکھو یہ خدا کا کلام ہے قصہ کے رنگ میں نہیں۔ بلکہ ہدایت کے رنگ میں ہے۔

جو لوگ قصص اور ہدایت میں تمیز نہیں کرتے اُن کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور قرآن کریم میں اختلاف ثابت کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ اور گویا اپنی عملی صورت میں قرآن کریم کو ہاتھ سے دے بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کی نسبت تو خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے لو کان من عند.... غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اور عدم اختلاف میں اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ٹھیرائی گئی ہے۔ لیکن یہ ناعاقبت اندیش قصص اور ہدایات میں تمیز نہ کرنے کی وجہ سے اختلاف پیدا کرکے اُس کو من عند غیر اللہ ٹھیراتے ہیں۔ افسوس اُن کی دانش پر!! ان لوگوں سے پوچھنا چاہیئے کہ مقدم ہدایات ہیں یا قصص؟ اور اگر دونوں میں تناقض پیدا ہو تو مقدم کس کو رکھو گے؟ اللہ تعالےٰ بار بار فرماتا ہے کہ جو مر جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے۔ اور ترمذی حدیث موجود ہے کہ ایک صحابی شہید ہوئے اُنھوں نے عرض کی کہ یا الٰہی مجھے دنیا میں پھر بھیجو۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہی جواب دیا قد سبقت قول منی حرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون

اب قرآن کریم موجود ہے۔ اس کی شرح حدیث شریف میں صاف الفاظ میں موجود ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک خیالی اور فرضی کہانی کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟

ہم پوچھتے ہیں کہ اس کے بعد کیا چاہتے ہو؟ ہم قرآن کریم اور حدیث کو پیش کرتے ہیں۔ پھر عقل سلیم اور تجربہ بھی اسکا شاہد ہے۔ ہماری طرف سے خود ساختہ بات ہوتی تو تم نقد پیش کر دیتے۔ مگر یہاں تو ہدایت اور اس کی تائید میں حدیث پیش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اور کیا چاہیئے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال۔

قصوں کے حقائق بتانے خدا تعالےٰ کو ضروری نہیں اُن پر ایمان لاؤ اور اُن کی تفاسیر حوالہ بخدا کرو۔

صوم کے لئے اعرابی بھی پوچھتے تھے۔ ہر آیت میں حق ظاہر ہوتا ہے۔

قصوں میں یہ بات ضرور نہیں۔ مثلاً اب یہ ضرور نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مخالف بت پرستوں کے بتوں کا حلیہ بھی بتایا جائے۔ اس قسم کے خیالات سوء ادبی پر مبنی ہوتے ہیں۔ غرض یاد رکھو کہ قصص قرآنی میں بیہودہ چھیڑ چھاڑ درست نہیں ہے۔ انسان پابند ہدایت نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ تصریح نہ ہو۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہدایتوں کو آسان کر دیا ہے۔ اسی طرز پر اللہ تعالےٰ نے یہ صراحت کی ہے کہ مردے واپس نہیں آتے۔

ہمارے مخالفوں میں اگر دیانت اور خدا ترسی ہو تو

عزیر کا قصہ بیان کرتے وقت ضرور ہے کہ وہ ان آیات کو بھی ساتھ رکھیں۔ جن میں لکھا ہے کہ مردے واپس نہیں آتے۔ پھر ہم بطریق تنزل ایک اور جواب دیتے ہیں اس بات کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ قصوں کے لئے اجمالی ایمان کافی ہے ہدایات میں چونکہ عملی رنگ لانا ضروری ہوتا ہے۔ اسلئے اُس کا سمجھنا ضروری ہے۔ ماسوا اس کے جو لکھا ہے۔ کہ سو برس تک مردہ رہے اَمَاتَ کے معنی اَنَامَ بھی آئے ہیں۔ اور قوت نامیہ اور حسیہ کے زوال پر بھی موت کا لفظ قرآن کریم میں بولا گیا ہے۔ بہر حال ہم سونے کے معنے بھی اصحاب کہف کے قصہ کی طرح کر سکتے ہیں اصحاب کہف اور عزیر کے قصہ میں فرق کہ اصحاب کہف کے قصہ میں ایک کتا ہے۔ اور یہاں گدھا ہے۔ اور نفس کتے اور گدھے دونوں میں مشابہت رکھتا ہے خدا نے یہودیوں کو گدھا بنایا ہے اور کتے کو بلعم کے قصہ میں بیان فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نفس پیچھا نہیں چھوڑتا ہے اور بے ہوش ہوتا ہے اُس کے ساتھ یا کتا ہوگا یا گدھا۔

غرض دوسرے طریق پر جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اَمَاتَ کے معنے اَنَامَ کرتے ہیں اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ سو برس چھوڑ کر کوئی دو لاکھ برس تک سویا رہے ہماری بحث یہ ہے کہ روح ملک الموت لے جاوے پھر واپس دنیا میں نہیں آتی۔ سونے میں بھی قبض روح تو ہوتا ہے۔ مگر ملک الموت نہیں لے جاتا۔

اور عرصہ دراز تک سوئے رہنا ایک ایسا امر ہے کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہندوؤں کی کتابوں میں دم سادھنے (حبس دم کرنے) کی ترکیبیں لکھی ہوئی ہیں۔ اور جو لوگ ابھیاس کی منزلوں میں دم سادھنا بھی ہے۔ ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ہے اخبارات میں لکھا تھا کہ ایک ریل کی سڑک تیار ہوتی تھی تو ایک سادھو کی کٹیا نکلی۔ ایسا ہی اخبارات میں ایک لڑکے کی بیس سال تک سوئے رہنے کی خبر گشت کر رہی ہے۔ غرض یہ تو کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ ایک آدمی سو سال تک سویا رہے۔ پھر یہ لفظ لم یتسنہ قابل غور ہے۔ اور موجودہ زمانہ کے تجربہ پر لحاظ کرنے کے بعد لم یتسنہ کی حقیقت سمجھ لینا۔ کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ ایک ثقہ آدمی لکھتا ہے کہ میں نے گوشت کھایا ہے۔ جو میری پیدائش سے ۳۰ برس پہلے کا پکا ہوا تھا۔ ہوا نکال کر بند کر لیا گیا تھا۔

اب ولایت یورپ اور امریکہ سے ہر روز ہزاروں لاکھوں تولوں میں لم یتسنہ کھانے پکے پکائے چلے آتے ہیں۔ لم یتسنہ کا اثر تو ہندوؤں کے جوگ پر پڑتا ہے اور آج کل کے علمی بلند پروازیوں کی حقیقت کھولتا ہے کہ قرآن کریم میں پہلے سے درج ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جیسے ہوا کے ایک خاص اثر سے کھانا مر جاتا ہے۔ اسی طرح انسان پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے اب اگر خاص ترکیب سے کھانے کو اس ہوا کے اثر کو محفوظ رکھ کر زندہ رکھا جاتا ہے۔ تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے ممکن ہے آئندہ کسی زمانہ میں یہ حقیقت بھی کھل جاوے کہ انسان پر کھانے کی طرح عمل ہو سکتا ہے۔ یہ علوم ہیں ان کے ماننے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا۔

آجکل کی تحقیقات اور علمی تجربوں نے ایسے موزے بنا لئے ہیں۔ کہ انسان ان کو پہن کر دریا میں چل سکتا ہے۔ اور ایسے کوٹ ایجاد ہو گئے ہیں کہ آگ یا بندوق کی گولی ان پر اپنا اثر نہیں کر سکتی۔ اسی طرح سے لم یتسنہ کی حقیقت جو قرآن کریم کے اندر مرکوز ہے علمی طور پر بھی ثابت ہو جاوے۔ تو کیا تعجب ہے؟ ہوا کا اثر کھانے کو تباہ کرتا ہے۔ اور انسان کے لئے بھی ہوا کا بڑا تعلق ہے ہوا کے دو حصے ہیں۔ ایک قسم کی ہوا اندر جاتی ہے۔ تو اندر تازگی پیدا ہوتی ہے۔ غرض اگر لم یتسنہ والی بات نکل آوے۔ تو ہمارا تو کچھ بھی حرج نہیں۔ بلکہ جس قدر علوم طبعی پھیلتے جاتے ہیں۔ اور پھیلیں گے۔ اُسی قدر قرآن کی عظمت اور خوبی ظاہر ہوگی۔

ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ ولایت کے پکے ہوئے شوربے اور گوشت ہندوستان میں آتے ہیں اور بگڑتے نہیں۔ ولایتی ادویات ہزاروں میل سے آتی ہیں۔ اور مہینوں برسوں پڑی رہتی ہیں خراب نہیں ہوتیں مجھے ایک شخص نے بتایا کہ اگر انڈے کو سرسوں کے تیل میں رکھ کر چھوڑ دیں۔ تو نہیں بگڑتا۔

اس طرح پر ممکن ہے کہ انسان کے شباب اور طاقت پر بھی اثر پڑے۔ بعض مسلمانوں نے بھی دم سادھنے کی کوشش کی ہے۔ خود میرے پاس ایک شخص آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں دن میں دو بار سانس لیتا ہوں۔ یہ عملی شہادت کہ ہوا کو سڑنے میں دخل ہے۔ اس قسم کی ہوا سے جب بچایا جاوے تو انسان کی عمر بڑھ جاوے۔ تو حرج کیا ہے۔ اور عمر کا بڑھنا مان لیں تو کیا حرج ہے۔

قاعدہ کی بات ہے جس قدر حکمتیں ایجاد ہوتی ہیں۔ تو طبعی طور پر خدا نے قاعدہ رکھا ہے۔ یا عناصر کے نظام میں بات رکھی ہوتی ہے۔ کوئی محقق دیکھ کر بات نکال لیتا ہے۔ ہم کو اس پر کوئی بحث نہیں ہے۔

ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ علوم طبعی جس قدر ترقی کریں گے۔ اور عملی رنگ اختیار کریں گے قرآن کریم کی عظمت دنیا میں قائم ہوگی۔

(الحکم جلد ۱۴ نمبر ۲۸)

اسلام اور عیسائیت

۱۲؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو لالہ کیشو داس صاحب تحصیلدار بٹالہ اتفاق سے قادیان میں وارد ہوئے۔ اور حضرت اقدس سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ اور عرض کیا کہ مجھے فقراء سے ملنے کا بہت شوق ہے اور اسی شوق کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا:۔

بیشک اگر آپ کے دل میں اہل دل لوگوں کے ساتھ محبت نہ ہوتی۔ تو آپ ہمارے پاس کیوں آتے۔ اور ایک دنیا دار کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ایک دنیا سے الگ گوشہ نشین کے پاس جاوے۔

مناسبت ایک ضروری شے ہے۔ اور اصل تو یہ ہے کہ چونکہ انسان ایک فنا ہونے والی ہستی ہے۔ اور موت کا کچھ بھی پتہ نہیں کہ کب آ جاوے۔ اور عمر ناپائیدار شے ہے۔ پھر کس قدر ضروری ہے کہ اپنی اصلاح اور فلاح کی فکر میں لگ جاوے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ دنیا اپنی دھن میں ایسی لگی ہے کہ اس کو آخرت کا کچھ فکر اور خیال ہی نہیں خدا تعالیٰ سے ایسے لاپرواہ ہو رہے ہیں۔ گویا وہ کوئی ہستی ہی نہیں۔ ایسی حالت میں جبکہ دنیا کی ایمانی حالت اس درجہ کمزور ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے تاکہ میں زندہ ایمان زندہ خدا پیدا کرنے کی راہ بتاؤں۔

جیسا کہ خدا کا عام قانون ہے۔ بہت لوگوں نے جو سعادت اور رشد سے حصہ نہ رکھتے تھے۔ خدا ترسی اور انصاف سے بے بہرہ تھے مجھے جھوٹا اور مفتری کہا۔ اور ہر پہلو سے مجھے دکھ دینے اور تکلیف پہنچانے کی کوشش کی کفر کے فتوے دے کر مسلمانوں کو بدظن کرنا چاہا۔ اور خلاف واقعہ امور کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے اس کو بھڑکانے کی کوشش کی۔ جھوٹے مقدمات بنائے۔ گالیاں دیں۔ قتل کرنے کے منصوبے کئے۔ غرض کونسا امر تھا جو انہوں نے نہیں کیا مگر میرا خدا ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ اس نے مجھے ان کی شرارت سے پہلے ان کے فتنہ اور اس کے انجام کی خبر دی۔ اور آخر وہی ہوا جو اس نے ایک عرصہ پہلے مجھے بتلایا تھا۔ اور کچھ وہ لوگ بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سعادت خدا ترسی۔ اور نور ایمان سے حصہ دیا ہے۔ جنہوں نے مجھے پہچانا۔ اور اس نور کے لینے کے واسطے میرے گرد جمع ہو گئے۔ جو مجھے خدا تعالیٰ نے اپنی بصیرت اور معرفت بخشی ہے۔ اُن لوگوں میں بڑے بڑے عالم ہیں۔ گریجوایٹ ہیں۔ وکیل اور ڈاکٹر ہیں۔ معزز عہدہ داران گورنمنٹ ہیں۔ تاجر زمیندار ہیں۔ اور عام لوگ بھی ہیں۔

افسوس تو یہ ہے کہ نااہل مخالف اتنا بھی نہیں کرتے کہ ایک حق بات جو ہم پیش کرتے ہیں۔ اُس کو آرام سے سُن ہی لیں اُن میں ایسے اخلاق فاضلہ کہاں؟ ورنہ حق پرستی کا تقاضا تو یہ ہے ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
گر نوشت است پند بر دیوار

اس زمانہ میں مذہب کے نام سے بڑی نفرت ظاہر کی جاتی ہے اور مذہب حقہ کی طرف آنا تو گویا موت کے منہ میں جانا ہے۔ مذہب حق وہ ہے۔ جس پر باطنی شریعت بھی شہادت دے اٹھے۔ مثلاً ہم اسلام کے اصول توحید کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی حقانی تعلیم ہے۔ کیونکہ انسان کی فطرت میں توحید کی تعلیم ہے۔ اور نظارہ قدرت بھی اس پر شہادت دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مخلوق متفرق پیدا کر کے وحدت ہی کی طرف کھینچا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحدت ہی منظور تھی۔ پانی کا ایک قطرہ اگر چھوڑیں۔ تو وہ گول ہوگا۔ چاند سورج۔ سب اجرام فلکی گول ہیں۔ اور کرویت وحدت کو چاہتی ہے۔ ہم اس وقت بے انتہا خداؤں کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو ہے ہی ایک بے ہودہ اور بے معنی اعتقاد اور بے شمار خدا ماننے سے اعتقاد اٹھ جاتا ہے۔ مگر ہم تثلیث کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم نے جیسا قدرت کے نظارہ سے ثابت کیا ہے کہ خدا ایک ہی ہے اس طرح پر اگر خدا معاذ اللہ تین ہوتے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تو چاہیئے تھا کہ پانی اور آگ کے شعلے اور زمین آسمان کے اجرام سب کے سب سہ گوشہ ہوتے۔ تاکہ تثلیث پر گواہی ہوتی۔ اور نہ انسانی نور قلب کبھی تثلیث پر گواہی دیتا ہے۔

(باقی آئندہ)

گذشتہ سے پیوستہ

نمبر ۲

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سلسلہ کے لئے دیکھیے الحکم ۲۱ جون ۱۹۳۴ء)

اس کے علاوہ سکول کی عمارت کا کام امیر جماعت ہونے کی وجہ سے تمام جماعت کی ذمہ داری اور سکولوں کے مینیجر اور مڈل سکول میں بطور ٹیچر کے کام کرتے تھے اور حکام کو ملنے کا کام ۔ ادھر حکمت کا کام بھی جاری رکھتے تھے۔ آپ دوائی مفت دیتے تھے ۔ اور کوئی فیس وغیرہ بھی نہیں لیتے تھے ۔ آپنے ایک کفایت شعاری بنک بھی سکول میں کھولا ہوا تھا۔ اس کا کام بھی آپکے سپرد تھا۔ اور زمیندارہ بنک کے بھی آپ ممبر تھے ۔ اور تمام ضلع کے نائب مہتمم تبلیغ بھی تھے ۔ ضلع کی جماعتوں کا بھی دورہ کرتے ۔ اور علاقہ میں کوئی مبلغ آتا تو اسکے ساتھ ملکر گاؤں میں تبلیغ کراتے ۔

آپ سکول کے پاس شدہ طلباء کو جو تعلیم جاری رکھنا نہ چاہیں ملازم بھی کرا دیا کرتے تھے ۔ چنانچہ نائٹ سکول کے پاس شدہ پٹواری ٹیچر اور محکمہ مال زراعت اور پولیس میں ملازم ہوگئے ہیں ۔ غریب طلباء کو آپ کتابیں اپنی گرہ سے خرید کر دیا کرتے تھے ۔ انگریزی سنسکرت فارسی کی کتابیں پڑھتے رہتے تھے ۔ اور سکول میں باقاعدہ [illegible] کرکے طلباء کو پڑھایا کرتے تھے ۔ آپ گاؤں کے تمام بچوں کے نام جانتے تھے۔ جس وقت بچہ پیدا ہوتا تھا۔ اسی وقت سے انتظار میں رہتے تھے کہ کب پانچ سال کا ہو اور سکول میں داخل کیا جاوے ۔ اور اسی وقت سے اس کے والدین کو پڑھانے کی تحریک کرتے رہتے تھے ۔ اور تعلیم کے فائدے بتاتے رہتے تھے ۔ اچھوت اقوام کے طلباء کو بھی کوشش سے سکول میں داخل کیا کرتے تھے ۔ اور انکو کتابیں وغیرہ اپنی گرہ سے خرید کر دیا کرتے تھے ۔ آپ اکثر انعام تقسیم کرکے لوگوں کو تعلیم کا شوق دلایا کرتے تھے۔ آپ ہوشیارپور سے اڈلٹ سکول کے طلباء کے لئے تختیاں خرید لاتے تھے ۔ اور ان پر ان کا نام کندہ کرا لیا کرتے تھے ۔ اور ان کے بچوں کے لئے ٹوپیاں خرید لایا کرتے تھے ۔ اور بہت سے ان کے استعمال کی چیزیں ۔ بعض دفعہ شوق دلانے کے لئے چائے کی دعوت دے دیا کرتے تھے ۔ اسی طرح دوسرے بچوں کو بھی انعام تقسیم کیا کرتے تھے ۔ اور مٹھائی بھی تقسیم کیا کرتے تھے آپ ہندو کی دوکان سے مٹھائی نہیں خریدتے ۔ بلکہ خود ہی مٹھائی لڈو شیرینی بنا لیا کرتے تھے ۔ اور استاد اور لڑکوں کو مٹھائی بنانے میں شامل کر لیا کرتے تھے ۔ نوجوانوں کو مسجد میں خاص کر عشا اور فجر میں مٹھائی تقسیم کرکے نماز باجماعت کی عادت ڈالا کرتے تھے ۔ لڑکیوں کو ان کے استعمال کی چیزیں ۔ پنسلیں ۔ ریشم ۔ قروشیے موتی وغیرہ انعام میں دیا کرتے تھے ۔ اور جو لڑکی خارج ہو چکی ہو یا غیر حاضر ہو اس کو بلا کر دے دیا کرتے تھے ۔ اس سے تعلیم میں زیادہ شوق پیدا ہوتا تھا ۔ آپ لڑکیوں کو زیادہ انعام تقسیم کیا کرتے تھے ۔ اگر ہفتہ واری نہیں تو چند روز کے بعد ضرور انعام تقسیم کرتے تھے ۔ ان کی مائیں انعام کی خاطر تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجدیتی تھیں ۔ جو لڑکے اور لڑکیاں قرآن شریف ختم کرتے ۔ تو آپ ختم قرآن کا ایک بڑا شاندار جلسہ کرتے ۔ اور جماعت کے دوستوں کو دعوت میں شریک کرتے ہمارے علم سے باہر ہے کہ آپ اتنا روپیہ کہاں سے خرچ کرتے تھے ۔ آپ کی ڈاک کا خرچ دس روپے ماہوار سے کسی صورت میں کم نہیں تھا۔

ایک مرتبہ میری والدہ صاحبہ فرمانے لگیں کہ مولوی صاحب ! آپ امور خانہ داری میں کچھ حصہ نہیں لیتے بچے اب جوان ہوگئے ہیں گھر کے اخراجات بڑھ گئے ہیں آپ کی آمدنی کی کوئی صورت نہیں ہے ۔ لوگ کس طرح روپیہ کماتے ہیں ۔ آپ بھی کمائیں ۔ تا گھر کا خرچ بخوبی چل سکے ۔ گھر کے مکان گرنے والے ہیں ۔ آپ کو کوئی خیال نہیں ہے ، آپ سکول کی پختہ عمارتیں بنا رہے ہیں ۔ ان کی مرمت کا بھی کوئی خیال نہیں ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ روپیہ کماتے ہیں اور خرچ کر دیتے ہیں ۔ میں بھی روپیہ خرچ کر دیتا ہوں ۔ اگر آمدنی ہے تو اتنا خرچ ہوتا ہے ۔ صرف فرق اتنا ہے کہ لوگ دنیاوی کاموں پر خرچ کر دیتے ہیں ۔ اور میں خدا کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں سکول کی امداد کا روپیہ ایک سو روپیہ ماہوار آتا ہے ۔ یہ میری آمدنی ہے ۔ اور کچھ فیسوں کی آمدنی ہو جاتی ہے ۔ گویا میرے ہاتھ سے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کے قریب خرچ ہوتا ہے اس سے زیادہ ہمارے گاؤں میں کسی کی آمدنی نہیں ہے۔ دوسرے میں خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے مکان بنا رہا ہوں تاکہ طلباء مذہبی تعلیم حاصل کریں کیا وہ خدا جس کا میں اتنا کام کر رہا ہوں میرے گھر کے خام مکانات کی حفاظت نہیں کرے گا؟

مہمان نوازی

آپ کا بہت سا وقت مہمان نوازی میں بھی خرچ ہوتا تھا ۔ آپ نے ایک رجسٹر بنایا ہوا تھا ۔ جس میں لنگرخانہ کی طرح مہمان کا نام درج کیا کرتے تھے ۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اور ایک اور مولوی صاحب ان کے ساتھ تھے ۔ جن کا نام مجھے یاد نہیں وہاں گئے ۔ آپ ان سے تبلیغ ملحقہ دیہات میں کراتے رہے ۔ آپ نے ان کا نام لکھ لیا ۔ اور یہ بھی لکھ لیا کہ فلاں کھانا انکو کھلایا گیا اور فلاں وقت ۔ ایک وقت آپنے رجسٹر میں لکھا کہ حلوا گوشت ، روٹی کھلایا گیا ۔ کہیں مولوی محمد ابراہیم صاحب نے وہ رجسٹر دیکھ لیا ۔ انھوں نے دوپہر کا کھانا کھایا تھا ۔ غالباً عصر کے بعد آپنے رجسٹر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا پایا کہ ان کو حلوا ۔ گوشت ۔ روٹی کھلایا ۔ مولوی صاحب بہت حیران ہوئے اور فرمانے لگے کہ آپ عجیب آدمی ہیں جو ہم کھاتے ہیں وہ بھی رجسٹروں میں نوٹ کر لیتے ہیں ۔ آپنے جواب دیا کہ جب ہم قادیان جاتے ہیں تو مسیح موعود کے لنگر میں ہماری روٹیاں لکھ لی جاتی ہیں ۔ اور اگر دال چاول سبزی کھائیں ۔ ہر ایک خانہ کے مطابق لکھ لیا جاتا ہے ۔ اگر ہم نے لکھ لیا تو کیا حرج کی بات ہے ۔ آپ کیوں خفا ہوتے ہیں ۔ ہم تو کبھی خفا نہیں ہوئے کہ مسیح موعود کے لنگر میں ہماری روٹیاں لکھی جاتی ہیں ۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بڑے زور سے قہقہہ لگا کر ہنسے اور دیر تک ہنستے رہے ۔ اور یہ بات سن کر جو دوست پاس بیٹھے تھے وہ بھی ہنس پڑے

آپنے اپنی گرہ سے خرچ کرکے ایک مہمان خانہ بھی بنایا ۔ جس کے دو کمرے ایک کھلا صحن ہے مہمانوں کے لئے علیحدہ بسترے اور چارپائیاں بھی بنائیں جو مہمانوں کے لئے کام آئیں ۔ آپ علاقے کے سرکاری افسروں کو بھی ٹھیرایا کرتے تھے ۔ انسپکٹر کواپریٹیو سوسائٹی ۔ انسپکٹر محکمہ زراعت ۔ انسپکٹر مدارس ہمارے مکان پر ٹھیرتے تھے ۔ اور دوسرے افسر بھی مثلاً میڈیکل ڈیپارٹمنٹ کے افسر بھی دورہ پر آپ کے پاس ٹھیرتے تھے ۔ آپ علاقے کے ہر ایک افسر سے درخواست کرتے تھے کہ سکول کا معائنہ کرے۔

ایک دفعہ چودھری سلطان احمد صاحب ڈپٹی کمشنر کو آپ نے سکول دکھائے ۔ ایک لڑکی امۃ الرحمٰن کو (جو چودھری عبدالغنی خاں کی لڑکی اور میری پھوپھی زاد بہن تھی) انعام میں ایک عمدہ قرآن شریف بھیجا ۔ اور باقی تمام لڑکیوں کو کتابیں بھیجیں ۔ اور آئندہ امداد کا وعدہ بھی فرمایا ۔ آپ اسی سال ریٹائر ہو گئے غالباً ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے اور چھوٹے بچوں کو مٹھائی کے لئے انعام دیا ۔ اور دوسرے افسروں مثلاً فنانشل کمشنر جب دورہ پر گئے ۔ تو ان سے بھی معائنہ کرایا۔

سکول کی بنیاد

ایک بات جس کا ذکر اوپر چاہیئے تھا میں بھول گیا ۔ کہ سکول کی عمارتیں بننے سے پہلے جناب والد صاحب نے حضرت صاحب کو لکھا کہ خاندان نبوت میں سے کسی کو سکول کی بنیاد رکھنے کے لئے بھیجدیا جائے ۔ اسلئے آپنے حضرت میرزا شریف احمد صاحب کو جو جالندھر ٹریٹوریل میں تھے لکھ دیا کہ کاٹھ گڑھ جائیں اسلئے میاں صاحب نے اپنے دست مبارک سے کاٹھ گڑھ پہنچ کر سکول کی بنیاد رکھی ۔ اور ایک بڑا شاندار جلسہ بھی کیا گیا۔

ذبح بقر

چونکہ ہمارے گاؤں میں مذبح نہیں ہے۔ اسلئے ہم بقر عید کے موقع پر گائیوں کو روپڑ ضلع انبالہ جو ہمارے گاؤں سے جنوب کی طرف دریائے ستلج کے کنارے گیارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے لے جایا کرتے تھے اور وہاں مذبح میں کٹوا کر گوشت لے آیا کرتے تھے۔ چونکہ راستے میں ہندوؤں کے گاؤں تھے۔ فساد کا بہت خطرہ رہتا تھا گوشت کے خراب ہونے کا بھی ڈر تھا۔ بعض دفعہ خراب بھی ہوجاتا تھا۔ اور حفاظت کے لئے پولیس کا انتظام بھی کرنا پڑتا تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۲۰ء کی بقر عید پر ہمارے گاؤں کے ہندوؤں نے اردگرد کے گاؤں کے ہندوؤں کو جمع کرلیا۔ اور راستہ میں جب ہم گائے لے جارہے تھے۔ پانچ چھ نہتے آدمیوں پر پانسو کے قریب ہندو جاٹ پل پڑے۔ جو پہلے سے ہی جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے۔ فساد ہوگیا۔ اور گائیں چھین کر لے گئے۔ پولیس موقع پر پہنچ گئی۔ اور کچھ لوگوں کا چالان کردیا۔ بعد میں راضی نامہ ہوگیا۔ پولیس نے ان گائیوں کو کاٹھگڑھ میں ہی دوسرے دن ذبح کرادیا۔ اس روز سے آجتک ہم کاٹھگڑھ میں ہی گائیں ذبح کرتے ہیں۔ کوئی احاطہ یا مذبح نہیں ہے۔ جناب والد صاحب نے ایک رجسٹر بنالیا۔ اس کا نام رجسٹر ذبح بقر رکھا۔ جب کوئی گائے ذبح کرتے اس کی مفصل رپورٹ۔ کس سے خریدی گئی۔ حلیہ۔ قیمت اور حصہ داروں کے نام کس کے مکان پر ذبح کی گئی اور اسی وقت اس کی رپورٹ جناب ڈپٹی کمشنر۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ تحصیلدار صاحب۔ علاقہ سب انسپکٹر پولیس کو بھیجدیتے۔ کہ فلاں تاریخ کو ہمنے گائے ذبح کی ہے۔ فلاں فلاں حصہ دار تھے۔ بالکل امن رہا اور کوئی فساد نہ ہوا۔ ہم پہلے بھی اسیطرح اپنے مکانوں میں چار دیواریوں کے اندر ذبح کرلیا کرتے ہیں گاؤں کے نمبردار خفا ہوتے کہ آپ کیا کرتے ہیں ہماری اس میں بدنامی ہے۔ آپ لوگوں کو دلیر بنا رہے ہیں۔ کہ وہ ہر روز گائیں ذبح کریں۔ ہم سے حکام بالا پوچھیں گے ہم کیا جواب دیں گے۔ نمبردار اس کو سخت جرم سمجھتے تھے۔ آپ ان کو جواب دیتے کہ جب کوئی افسر یہاں آئے تو مجھے بلا کر لے جانا میں ان کو جواب دونگا۔ کہ میں گائے ذبح کراتا ہوں۔

ایک دفعہ ہوشیارپور سپرنٹنڈنٹ پولیس سے ملے وہ سکھ تھے وہ فرمانے لگے کہ مولوی صاحب! آپ ہمیں کیوں اطلاع دیتے رہتے ہو۔ آپ چپکے سے اپنا کام کرتے رہیں۔ آپ کو کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اسی طرح جب تھانیدار صاحب ملتے وہ بھی فرماتے کہ آپ اطلاع نہ دیا کریں۔ اپنا کام چپکے سے کئے جائیں۔ آپنے جواب دیا کہ حکام کو اطلاع دینی ضروری ہے۔ ورنہ چوری سمجھی جاتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے گاؤں کے ہندوؤں نے ایک درخواست سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس بھیجدی (سپرنٹنڈنٹ صاحب اور سب انسپکٹر صاحب علاقہ نئے ہی تبدیل ہوکر آئے تھے) کہ کاٹھگڑھ کے لوگ ہر روز گائیں ذبح کرتے ہیں۔ اور ہماری اس سے دل آزاری ہوتی ہے۔ ان کو منع کیا جاوے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے تفتیش کے لئے تھانہ دار صاحب کے پاس درخواست بھیجدی۔ تھانہ دار چودھری محمد طفیل صاحب تھے۔ انھوں نے نمبرداروں سے پوچھا کہ بغیر مذبح اور بغیر اجازت کے کیوں گائیں ذبح کرلیتے ہو۔ نمبرداروں نے جواب دیا کہ ہمیں تو معلوم نہیں۔ اب معافی دیجاوے آئندہ ایسا قصور نہ ہوگا۔ آئندہ ہم گاؤں میں کبھی گائے ذبح نہ ہونے دینگے۔ جناب والد صاحب کو بلایا اور پوچھا آپنے جواب دیا کہ ہم گائیں ذبح کرتے ہیں اور آئندہ بھی کرینگے۔ قانون کی رو سے ہمیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ہم اپنی چار دیواری کے اندر کرسکتے ہیں۔ تھانیدار صاحب نے فرمایا کہ آپ کے پاس کوئی ریکارڈ ہے کہ آپ کب سے اپنے گھروں میں گائیں ذبح کرلیتے ہو۔ آپنے رجسٹر لاکر سامنے رکھ دیا کہ اس کو پڑھ لیجئے کہ گذشتہ سالوں میں بقر عید کے موقع پر آجتک ۱۵ گائیں کاٹھگڑھ میں ذبح کرچکے ہیں۔ اور اس کی رپورٹیں حکام بالا کو بھی بھیجتے رہے ہیں۔ آپ چونکہ نئے آئے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں۔ رپورٹوں کی نقول درج رجسٹر ہیں پڑھ لیجئے۔

تھانیدار صاحب حیران رہ گئے اور فرمانے لگے۔ اچھا جو ہوچکا اس کو رہنے دیجئے۔ اب آئندہ کے لئے لکھ دیجئے کہ آئندہ یہاں ذبح نہیں کرینگے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ہرگز لکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمارا تو یہی بیان ہے کہ ہم یہاں اپنی چار دیواریوں کے اندر گائیں ذبح کرینگے۔ ہم اپنے ہندو بھائیوں کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتے۔ اور یہاں فساد کا کوئی اندیشہ نہیں۔ یہی بیان لکھ کر جناب تھانیدار صاحب واپس چلے گئے۔ بعد میں گاؤں کے نمبردار آپ پر خفا ہونے لگے۔ کہ ہماری شامت اعمال ہے۔ شاید اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ آپ ہماری نمبرداری کو نقصان پہنچا رہے ہیں آپنے جواب دیا کہ آپ پر کسی قسم کا گورنمنٹ کی طرف سے حرف آئے۔ تو میں ذمہ دار ہوں۔

چنانچہ رپورٹوں کا سلسلہ باوجود لوگوں کے منع کرنے کے آپنے جاری رکھا۔ جب گورنمنٹ کو یقین ہوگیا کہ کاٹھگڑھ میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات اچھے ہیں۔ اور کسی قسم کا فساد کا اندیشہ نہیں ہے۔ تو گورنمنٹ بقر عید کے موقع پر خود پولیس کو بھیجنے لگی۔ اب ہر سال گورنمنٹ ایک گارد بھیج دیتی ہے۔ اور جناب تحصیلدار صاحب بھی تشریف لے آتے ہیں۔ اور پولیس اپنے انتظام کے ماتحت ذبح بقر کا کام کراتی ہے۔ ہمیں پولیس منگوانے کے لئے کوئی درخواست نہیں بھیجنی پڑتی۔ اور نہ ہی ہم پر پولیس کا کچھ بوجھ ہوتا ہے۔ اب آپ کی وفات کے بعد لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ آپ نے اتنے بھاری کام کو کسطرح نبھایا۔ آپ کی رپورٹوں کا یہ اثر ہوا کہ اب ہمارا ذبح بقر کا دائمی حق قرار دیا گیا ہے

آپ کی وفات کے بعد بھی اب کوئی گائے ذبح کی جاتی ہے تو اس کی رپورٹ بھی بھیجی جاتی ہے۔ لیکن ہندوؤں کی دل آزاری نہیں کی جاتی۔ اپنی چار دیواروں کے اندر چپکے سے کرلیتے ہیں۔ اور اس کی رپورٹ افسروں کو بھیج دیتے ہیں۔ عرصہ سے ہمارے تھانہ میں سب انسپکٹر صاحب پولیس مسلمان ہی آتے ہیں۔ جب کبھی سب انسپکٹر صاحب دورہ پر آتے۔ تو آپ ضرور کوشش سے گائے ذبح کراتے اور ان کو گوشت کھلاتے۔ سب انسپکٹر صاحب بہت خوش ہوتے اور ہنستے کہ مولوی صاحب تو افسروں کی بھی قلمیں پکڑ لیتے ہیں۔ اب لوگ آپ کو دعائیں دیتے ہیں کہ اتنے بڑے کام کو آپنے کس طریقہ سے نبھ گیا

روپڑ ضلع انبالہ میں جماعت احمدیہ کا قیام

ہمارے گاؤں میں جنوب کی طرف گیارہ میل کے فاصلہ پر دریائے ستلج کے بائیں کنارے پر روپڑ ایک شہر ہے۔ جہاں سے نہر سرہند نکلی ہے۔ وہاں ساٹھ فیصدی مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اور زیادہ تر لوگ تجارت پیشہ اور ملازمت پیشہ ہیں۔ لیکن وہاں کوئی احمدی نہیں تھا۔ آپ اکثر وہاں جاتے اور تبلیغ کرتے۔ لیکن وہاں کے لوگ آپ پر پتھر پھینکتے۔ اور گالیاں نکالتے۔ اور پبلک جلسہ نہ ہونے دیتے۔ لیکن آپ نے استقلال دکھایا۔ جب کبھی قادیان سے کاٹھگڑھ جاتے تو کوئی نہ کوئی مبلغ ساتھ لے جاتے۔ اور اس کو ساتھ لے کر ضرور وہاں جاتے لوگ ٹھہرنے کے لئے مکان نہ دیتے۔ وہاں کے مولوی لوگ منع کرتے کہ ان کو اپنے مکانوں میں نہ ٹھہرنے دیں۔ آپ سرائے میں ٹھہر جاتے اور فرداً فرداً تبلیغ کرتے اور کسی غیر احمدی کے مکان پر لیکچر کرا دیتے۔ وہاں بہت سے لوگ سننے کے لئے آجاتے۔ بعض شریر لوگ پتھر پھینکتے۔ آپ کوئی پرواہ نہ کرتے۔ وہاں گورنمنٹ سکول میں مولوی عبدالمجید مولوی فاضل عربک ٹیچر ہے۔ جو عرصہ پچیس سال سے وہیں پڑھاتا ہے۔ آپنے سنہ ۱۹۱۲ء میں وہاں تحریری مناظرہ کرایا۔ ہماری طرف سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حال پروفیسر جامعہ احمدیہ مناظر تھے بڑا کامیاب مناظرہ ہوا۔ آپنے ہمت نہ ہاری وقتاً فوقتاً علماء کو ضرور لے جاتے اور وہاں تبلیغ کراتے۔

ایک دفعہ آپ مہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل اور گیانی واحد حسین کو بھی وہاں لے گئے۔ لوگوں نے پبلک لیکچر نہ ہونے دیا۔ آپ نے ایک وکیل کے مکان پر لیکچر کرایا۔ جو اب احمدی ہیں اور اسوقت غیر احمدی تھے۔ لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ لوگ کثرت سے وہاں جمع ہوگئے۔ اس کے بعد آپنے ایک تبلیغی جلسہ مقرر کردیا۔ اور مرکز سے دو مبلغ منگوائے۔ ایک مولوی محمد یار صاحب تھے۔ اور دوسرے مولوی عبدالغفور مولوی فاضل تھے۔ آپنے پبلک جلسہ کی کمیٹی سے اجازت حاصل کی۔ لیکن اجازت نہ ملی۔ مسلمانوں نے کرایہ پر مکان دینے سے انکار کردیا۔ آپ نے ایک سکھ کی حویلی کرایہ پر لی۔ اور کھانے پینے کا سامان برتن سب کاٹھگڑھ سے لے گئے وہاں کثرت سے لوگ شامل ہوئے۔ اور جلسے کا بہت اچھا اثر ہوا۔ بہت لوگوں پر سچائی کھل گئی۔ لیکن ابھی اعلان کرنے سے گریز کرتے تھے۔ باوجود اتنی تکلیفوں کے آپنے تہیہ کرلیا کہ روپڑ میں ضرور جماعت قائم کرینگے

آپ مولوی عبدالمجید مولوی فاضل اور مولوی عبداللہ دیوبندی کے ساتھ مناظرہ کی خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔ آپ اسی روز روپڑ سے تشریف لائے تھے کہ آپکے پاؤں میں کانٹا لگا۔ اور فوت ہوگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

(باقی آئندہ)

[illegible]

مکتوبات احمدیہ

ایوب صادق کی عیادت و تعزیت

حضرت مرزا ایوب بیگ رضی اللہ عنہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ان درخشندہ ستاروں میں سے ہیں۔ جن کے وجود پر سلسلہ کے نوجوان ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے۔ ان کا اخلاص ان کا زہد ان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق ایسی چیزیں ہیں کہ نوجوانان سلسلہ کے لئے خضر راہ بن سکتی ہیں ان کی جوانا مرگی خون کے آنسو رلاتی ہے۔ ان کی زندگی کے ساتھ بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نے ان کو ہم سے جدا کر دیا۔ اور اپنے حضور بلا لیا۔ ان کی علالت اور پھر وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مکتوب ان کے بڑے بھائی جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب کو لکھے تھے انھیں الحکم کے ذریعہ شائع کر کے احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ مرحوم ایوب صادق کی ترقی مدارج کے لئے دعا کریں۔ حضرت اقدس کو بھی ان سے بڑی محبت تھی۔ اور اس کا ایک زبردست ثبوت یہ ہے کہ مقبرہ بہشتی کی تاسیس کے بعد ان کے جنازہ کو فاضلکا سے منگوا کر مقبرہ بہشتی میں دفن کرایا۔ (عرفانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجبی عزیزی مرزا ایوب بیگ صاحب و مجبی عزیزی مرزا یعقوب بیگ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اسوقت جو میں درد سر اور موسمی تپ سے یک دفعہ بیمار ہو گیا ہوں۔ مجھ کو تار ملا۔ جس قدر میں عزیزی مرزا ایوب بیگ کے لئے دعاؤں میں مشغول ہوں اس کا علم تو خدا تعالےٰ کو ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز نا امید نہیں ہونا چاہیئے۔ میں تو سخت بیماری میں بھی آنے سے فرق نہ کرتا۔ لیکن میں تکلیف کی حالت میں ایسے عزیز کو دیکھ نہیں سکتا۔ میرا دل جلد صدمہ قبول کرتا ہے۔ یہی چاہتا ہوں تندرستی اور صحت کی حالت میں دیکھوں۔ جہاں تک انسانی طاقت ہے اب میں اس سے زیادہ کوشش کروں گا مجھے پاس اور نزدیک سمجھیں۔ نہ دور۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں اس درد دل کو بیان کروں خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز نا امید مت ہو۔ خدا بڑے کرم اور فضل کا مالک ہے۔ اس کی قدرت اور فضل اور رحمت سے کیا دور ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کو تندرستی میں جلد تر دیکھوں اس علالت کے وقت جو تار مجھ کو ملا۔ میں ایسا سراسیمہ ہوں کہ قلم ہاتھ سے نکلی جاتی ہے۔ میرے گھر میں بھی ایوب بیگ کے لئے سخت بے قرار ہیں۔ اسوقت میں ان کو بھی اس تار کی خبر نہیں دے سکتا۔ کیونکہ کل سے وہ بھی تپ میں مبتلا ہیں۔ اور ایک عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ مشکل سے کچھ اندر جاتا ہے۔ اس کے جوش سے تپ بھی ہو گیا ہے۔ وہ نیچے پڑی ہیں اور میں اوپر کے دالان میں ہوں۔ میری حالت تحریر کے قابل نہ تھی۔ لیکن تار کے درد انگیز اثر نے مجھے اٹھا کر بٹھا دیا۔ آپ کا اس میں کیا حرج ہے کہ اس کی ہر روز مجھ کو اطلاع دیں۔ معلوم نہیں کہ جو میں نے ابھی ایک بوتل میں دوا روانہ کی تھی۔ وہ پہنچی یا نہیں۔ ریل کی معرفت روانہ کی گئی تھی۔ معلوم نہیں مالش ہر روز ہوتی ہے یا نہیں۔ آپ ذرہ ذرہ حال سے مجھے اطلاع دیں۔ اور خدا بہت قادر ہے۔ تسلی دیتے رہیں۔ چوزہ کا شوربا یعنی بچہ خورد کا ہر روز دیا کریں۔ معلوم ہوتا ہے دستوں کی وجہ سے کمزوری نہایت درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ والسلام

۲۵ر اپریل سنہ ۱۹۰۰ء

* * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجبی عزیزی مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کا وہ تار جس کا چند روز سے ہر وقت اندیشہ تھا آخر کل عصر کے بعد پہنچا

انا للہ وانا الیہ راجعون

عزیزی مرزا ایوب بیگ جیسا سعید لڑکا جو سراسر نیک بختی اور محبت و اخلاص سے پر تھا۔ اس کی جدائی سے ہمیں بہت صدمہ اور درد پہنچا۔ اللہ تمھیں اور اس کے سب عزیزوں کو صبر عطا کرے اور اسی مصیبت کا اجر بخشے۔ آمین ثم آمین

اس مرحوم کے والد ضعیف و کمزور کا کیا حال ہوگا۔ اور اس کی بیوہ عاجزہ پہ کیا گذرا ہوگا۔

ہم اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ سب کو اس صدمہ کے بعد صبر عطا فرمائے ایک جوان صالح نیک بخت جو اولیاء اللہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا اور ایک پودہ نشوونما یافتہ جو امید کے وقت پر پہنچ گیا تھا یک دفعہ اس کا کاٹا جانا اور دنیا سے ناپدید ہو جانا سخت صدمہ ہے اللہ جل شانہٗ سوختہ دلوں پر رحمت کی بارش کرے اس خط کے لکھنے کے وقت میں جو ایوب بیگ مرحوم کی طرف توجہ تھی کہ وہ کیونکر جلد ہماری آنکھوں سے ناپدید ہو گیا۔ اور تمام تعلقات کو خواب و خیال کر گیا کہ یک دفعہ الہام ہوا

مبارک وہ آدمی جو اس دروازہ کے راہ سے داخل ہو۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کی موت نہایت نیک طور پر ہوئی ہے۔ اور خوش نصیب وہ ہے جس کی ایسی موت ہو۔

ایک دفعہ عزیز مرحوم کی زندگی میں بکثرت اس کی شفا کے لئے دعا کی۔ تب

خواب

میں دیکھا کہ ایک سڑک ہے۔ گویا وہ چاند کے ٹکڑے اکٹھے کر کے بنائی گئی ہے۔ اور ایک شخص ایوب بیگ کو اس سڑک پر لے جا رہا ہے۔ اور وہ سڑک آسمان کی طرف جاتی ہے۔ اور نہایت خوش اور چمکیلی ہے۔ گویا زمین پر چاند بچھایا گیا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنی جماعت میں بیان کی۔ اور تکلف کے طور پر یہ سمجھا کہ یہ صحت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن دل نہیں مانتا تھا کہ اس خواب کی تعبیر صحت ہو۔ سو اب خواب کی تعبیر ظہور میں آ گئی

انا للہ وانا الیہ راجعون

میری طرف سے اپنے والد صاحب کو بھی تعزیت کا پیغام پہنچا دیں۔ خدا نے جو چاہا وہ ہو گیا اب صبر و رضا درکار ہے۔

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین والسلام۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات
اپنے دوستوں اور مخلص خدام کے نام
چھ جلدوں میں۔ ہر جلد کی قیمت صرف ایک روپیہ جو کچھ بھی نہیں ہے۔ ملنے کا پتہ
الحکم بکڈپو قادیان

وصیتیں

۴۰۸۹ - منکہ محمد یعقوب خان ولد محمد یار صاحب قوم پٹھان عمر تخمیناً ۵۶ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۹ء ساکن گوڑیانی ڈاکخانہ و تحصیل جھجر ضلع رہتک بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲/۳۳ ۳۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری حسب ذیل جائداد ہے۔ اراضی ۲۱۵ بیگہ خام بارانی اور ایک مکان سکونتی واقعہ گوڑیانی مذکور جس کی کل قیمت -/۱۲۸۰ روپیہ ہوتی ہے۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں کہ پچاس روپیہ سالانہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ باقاعدہ کرتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ میری ماہوار آمدنی آٹھ روپیہ ہے۔ اس میں سے بھی ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ کیونکہ یہ آمدنی مستقل نہیں ہے اس لئے جب تک ملازم رہوں گا اس کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ اگر میری وفات پر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد: محمد یعقوب خان احمدی ولد محمد یار خان بقلم خود حال ملازم بمقام دہلی دارالمطالعہ انجمن احمدیہ بازار بلیماران ۱۲/۳۳ ۳۰

گواہ شد: فخرالدین ملتانی ساکن مبارک منزل محلہ دارالبرکات قادیان

گواہ شد بشیر احمد ولد سید وجیہ احمد ساکن محلہ صوفیاں لدھیانہ ۱/۳۴ ۳ حامد مولوی محمد [illegible]

۴۱۲۶ منکہ مسعودہ خاتون زوجہ منشی احسان اللہ چودھری عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۱۶ء ساکن دیبوگرام ڈاکخانہ اکھوڑہ تحصیل برہمن بڑیہ ضلع ٹپرہ بنگال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱/۳۴ ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

میری وفات کے وقت جس قدر میرا متروکہ ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی اس وصیت کی مد میں اپنی جائداد کا کوئی حصہ یا اس کی قیمت صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کردوں۔ تو اس قدر حصہ میری وصیت میں ادا شدہ شمار ہوگا۔ اور میری ترکہ کے حصہ مقررہ وصیت میں سے وضع کردیا جاوے گا۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر ایک ہزار روپیہ ابھی میرے خاوند صاحب منشی احسان اللہ صاحب چودھری کے ذمہ واجب الادا ہے۔ میری جائداد جس کی مالیت اس وقت تخمیناً ایک ہزار روپیہ ہے العبد مسعودہ خاتون

گواہ شد ظل الرحمن مہتمم تبلیغ صوبہ بنگال

گواہ شد۔ منشی احسان اللہ چودھری

Debogram village
P.O. Akhaura
Dist Tippera (Bengal.

۴۱۳۹ منکہ علی محمد ولد محمد بخش قوم کھوکھر عمر ۶۳ سال تاریخ بیعت جنوری سنہ ۱۹۰۰ء ساکن مدھ حال رہائش گنج مغلپورہ تحصیل و ضلع لاہور بقائمی ہوش بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳/۳۴ ۲۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-

میری جائیداد چاہی موضع مدھ ڈاکخانہ بیلوال ضلع امرتسر میں ہے۔ جو پانچ گھماؤں ہے۔ اور وہ بارہ سو روپیہ پر رہن ہے۔ اور ایک مکان کچا رہائشی مبلغ پنتالیس روپیہ کا ہے۔ میں بیکار ہوں میرا گذارہ موجودہ وقت میں میرے لڑکے کی آمد پر ہے جو کہ مبلغ [illegible] روپیہ ماہوار ہے۔ چونکہ اس کی ملازمت عارضی ہے۔ اسلئے جب تک وہ ملازمت میں رہے گا میں اس آمد پر اپنی وصیت جو کہ دسواں حصہ ہے ہر ماہ ادا کرتا رہوں گا۔ اور مکان کا بھی دسواں حصہ ادا کردوں گا۔ اور زمین کے متعلق یہ ہے کہ جب میں اپنی زندگی میں خلاص کرالوں تو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر نہ خلاص کرسکوں تو وہ قرضہ میں رہے گی۔ اور اگر میرے مرنے کے وقت اور کوئی جائداد بھی ثابت ہو اُس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی رقم بمد وصیت ادا کر کے خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان سے رسید حاصل کرلوں تو یہ رقم وصیت کردہ سے منہا کردیجائے گی۔

العبد: علی محمد بقلم خود از گنج مغلپورہ لاہور

گواہ شد۔ جلال الدین بقلم خود ساکن گنج ضلع لاہور۔ گواہ شد محمد اسمٰعیل جنرل سیکرٹری گنج ضلع لاہور

۴۱۲۹ - منکہ اللہ دتہ ولد حیات محمد قوم جٹ وڑائچ پیشہ کاشتکاری عمر ۵۰ سال چک نمبر ۱۷ جنوبی ڈاکخانہ چک نمبر ۲۷ جنوبی تحصیل سرگودہ ضلع شاہ پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲/۳۴ ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے وقت جس قدر جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے:—

دو مربعہ زمین بعینہ گھوڑی پال چک نمبر ۱۷ میں ہے اور تقریباً پچاس بیگہ زمین موضع دھیرکے کلاں تحصیل و ضلع گجرات میں ہے۔ ان ہر دو جگہوں پر پختہ مکانات ہیں۔ تمام ہر دو جگہوں کی قیمت زمین معہ مکانات بیس ہزار روپیہ ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جو جائداد زائد ثابت ہو تو اُسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔

العبد:- اللہ دتہ ولد حیات محمد قوم جٹ وڑائچ ساکن چک ۱۷ حال وارد دھیرکے کلاں نشان انگوٹھا

گواہ شد:- حافظ غلام محمد سکنہ دھیرکے کلاں سکریٹری انجمن احمدیہ بقلم خود

گواہ شد:- عطا محمد ولد اللہ دتہ فرزند اکبر ساکن دھیرکے کلاں تحصیل و ضلع گجرات بقلم خود

گواہ شد:- اکبر علی سیکرٹری جماعت احمدیہ سدوکی تحصیل و ضلع گجرات تحریر کنندہ

۴۰۷۸ - منکہ اسد اللہ خان ولد چودھری نصر اللہ خان قوم جٹ سیاہی پیشہ وکالت عمر تقریباً ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن ڈسکہ کلاں ڈاکخانہ خاص تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲/۳۳ ۲۹ حسب ذیل وصیت ہے کہ میری موجودہ جائداد بصورت زمین چار مربعہ جات واقعہ بمقام مسیانہ چک نمبر ۸۸ ڈاکخانہ تحصیل و ضلع لائل پور (جھنگ برانچ) اور ایک مکان سکونتی ناقابل رہائش واقعہ بمقام ڈسکہ کلاں ضلع سیالکوٹ ہے۔ اس جائداد کا حق ملکیت مجھے حاصل نہیں ہے۔ صرف آمدنی کا حقدار ہوں۔ لہٰذا میں وصیت کرتا ہوں کہ اس آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ باقاعدگی کے ساتھ تازیست ادا کرتا رہوں گا اس کے علاوہ مجھے اپنے پیشہ وکالت سے جو آمدنی ماہوار ہوا کرے گی اس کا بھی دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ علاوہ ازیں میرے مرنے کے وقت جس قدر جائداد جس پر مجھے حق ملکیت حاصل ہو ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ اگر کوئی رقم ایسی جائداد کی قیمت کی صورت میں اپنی زندگی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو ایسی رقم اس جائداد کی قیمت سے ادا کردی جائے گی

۱۲/۳۳ ۲۹

العبد - اسد اللہ خان بی اے بیرسٹر ایٹ ٹرز روڈ لاہور بقلم خود ۱۲/۳۳ ۲۹

گواہ شد:- لفٹنٹ عبید اللہ بی - اے ایکزیکٹو آفیسر قصور ضلع لاہور

گواہ شد:- رشید اللہ خان ایم - ایس - سی سائنس ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جڑانوالہ ضلع گوجرانوالہ بقلم خود

سیرۃ مسیح موعودؑ

جس میں حضرت کے شمائل و اخلاق، عادات و معمولات - اور آپ کے فلسفہ اخلاق کا امتیاز اور آپ کے اخلاق فاضلہ کا بیان واقعات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

پوراسٹ

الحکم بکڈپو قادیان سے طلب کیجئے

میں کس طرح احمدی ہوا؟

اور

خدا تعالیٰ کے عظیم الشان فضل اور احسان کا کچھ ذکر

ذیل میں حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین سکندرآبادی کا بیان درج کرتا ہوں۔ سیٹھ صاحب نے نہایت سادگی کے ساتھ واقعات کا ذکر کیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز خود ان کے حالات پر ایک تبصرہ لکھنا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب ان کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر کروں گا۔ اس لئے کہ ان کی عملی زندگی ایک قابل رشک اور قابل تقلید زندگی ہے۔ سر دست میں ان کا بیان شائع کر دیتا ہوں۔ (عرفانی)

سر آغا خان کو ماننے والی خوجہ قوم کا میں ایک فرد ہوں۔ اسلام کا یہ عجیب فرقہ ہے۔ جس کے نزدیک نماز بھی فرض نہیں۔ اسلئے اُن کو مسجد کی بھی ضرورت نہیں۔ اسطرح ہمارا خاندان بھی نماز کا پابند نہ تھا۔ سال بھر میں صرف دو بار عیدین کی نماز کے لئے مسجد میں جانا ہوتا تھا۔ اور بس۔ مجھے بعض فرقوں کی دینی کتب دیکھنے کا موقعہ ملا۔ مگر کسی میں بھی خاص اثر یا کشش نہ پایا مگر ۱۹۱۳ء میں جب میں ۲۴ سال کی عمر کا تھا۔ ایک حسن اتفاق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشہور کتاب Teaching of Islam (اسلامی اصول کی فلاسفی) دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ کتاب پڑھتے ہی میرے دل میں ایک عجیب تبدیلی پیدا ہو گئی۔ قرآن شریف لڑکپن میں پڑھ کر چھوڑ دیا تھا اسکو پھر غور سے سمجھ کر پڑھنے کا شوق پیدا ہوا جسکے نتیجہ میں خاکسار نے مختلف مسائل کے متعلق قرآن شریف کی اکثر آیات ایک جگہ جمع کر کے انگریزی زبان میں Extracts from Holy Quran نام سے ایک کتاب تیار کر کے مفت شائع کر دی۔ اس کے علاوہ نماز کا پابند ہو گیا۔ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ بہت سے نوافل اور تہجد باقاعدہ پڑھنے لگا۔ ماہ رمضان کے روزوں کے علاوہ نفل روزے ہر ماہ تین سے پندرہ تک رکھنے لگا۔ سالانہ زکوٰۃ بھی نکالنی شروع کی۔ حج کی تیاری کی اور بعد میں اہل و عیال کے ساتھ یہ فرض بھی ادا کیا۔ ہماری تجارتی کمپنی میں جو ناجائز کام ہوتے تھے۔ اور جس کو ہم تجارتی حق سمجھتے تھے وہ سب موقوف کر کے کاروبار میں راستی اور دیانت داری کا سلسلہ جاری کر دیا گیا۔ الحمد للہ

خدا تعالیٰ دعا سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے

حضرت صاحب کی مذکورہ اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھنے سے مجھے اس بات کا بھی علم حاصل ہو گیا کہ خدا تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ اس بات کی صداقت معلوم کرنے کے لئے میں نے خدا تعالےٰ کے حضور بہت عاجزی سے دعائیں کیں۔ اور میں حلفاً ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اس کے جواب بھی ملے کسی طالب حق کو ذاتی تجربہ حاصل کرنا ہو تو یہ کتاب پڑھے۔ اور آپ کی تعلیم کے مطابق عمل کرے تو انشاء اللہ اس کو بھی یہ فضل ضرور حاصل ہو جائے گا۔ جس طرح ہزاروں کو حاصل ہوتا رہا ہے۔

اہل حدیث سے تعلق

اسی اثناء میں ہمارے ایک تجارتی معاملہ میں ایک اہل حدیث صاحب سے تعلق ہوا۔ اُن کے ساتھ آٹھ سال کی صحبت کی وجہ سے مجھ پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ میں کٹر اہل حدیث ہو گیا جس کے نتیجہ میں باوجودیکہ مجھ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا اچھا اثر تھا۔ پھر میں آپ کے دعاوی کے متعلق بہت بد ظن ہو گیا۔ مگر آپ کی تعلیم کے مطابق اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی دعا کا ورد بہت کرتا رہا۔

تبلیغ احمدیت

احمدیت کی تبلیغ مجھ کو سب سے پہلے ۱۹۱۲ء کے سال میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے ذریعہ سے ہوئی۔ خدا تعالےٰ کو بھی عجیب قدرت و رحمت ہے کہ قادیان سے ۱۵۰۰ میل کے فاصلہ پر مجھ حقیر کے لئے ایسے ایک احمدی بزرگ کو میرے مکان تک پہنچا دیا۔ ایک عجیب اتفاق سے ان کا میرے یہاں تشریف لانا ہوا۔ اور تبلیغ کا سلسلہ جاری ہو گیا صداقت احمدیت کے متعلق مجھ کو بہت کچھ انھوں نے سمجھایا۔ مگر افسوس کہ میں ایسا کٹر اہل حدیث ہو گیا تھا کہ میں نے ان کی کوئی بات نہ مانی۔ اُنھوں نے مجھے قادیان سے بہت سی کتابیں منگوا دیں۔ مگر میں ایسا متعصب ہو گیا تھا کہ ان کتابوں کا وہی حصہ دیکھتا۔ جس میں اسلام اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیوں کا ذکر ہوتا۔ مگر جہاں کہیں حضرت عیسےٰ کی وفات اور آپکے دعاوی کا ذکر ہوتا تو وہ حصہ صاف چھوڑ دیتا۔ کیونکہ مجھے یہ خوب سمجھایا گیا تھا کہ حضرت صاحب اپنے دعاوی میں سچے نہ تھے (نعوذ باللہ) جب میرا یہ حال تھا کہ کتابوں کا ضروری حصہ دیکھوں اور سمجھانے والے صاحب کی بات نہ سمجھوں تو مجھے ہدایت کس طرح ہو سکتی تھی؟ مگر اس احسان و رحیم ہادی نے مجھ حقیر کو چھوڑ نہ دیا۔ مجھ پر رحم فرما کر میری ہدایت کے لئے ایک عظیم الشان انتظام تجویز فرمایا۔

ایک عظیم الشان انتظام

خدا تعالےٰ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو ایک رویا کے ذریعہ حکم فرمایا کہ حضور شاہ دکن کو سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ کی جائے۔ جس کی تعمیل میں آپنے ایک اعلیٰ کتاب "تحفۃ الملوک" کے نام سے خوبصورت حروف میں چھپوا کر حضور شاہ دکن اور دوسرے تعلیم یافتہ لوگوں کو تحفۃً ارسال فرمائی۔ حضور شاہ دکن نے یہ کتاب شکریہ کے ساتھ قبول فرمائی۔ اس کے بعد حیدرآباد کے اور معزز لوگوں میں تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ جس کے لئے قادیان سے مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی تشریف لے آئے تھے۔ تین ماہ کے بعد وہ اصحاب واپس تشریف لے گئے۔ مجھے سکندرآباد میں اس تمام کارروائی کا کوئی علم نہ ہوا۔ مگر اصل بات تو یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ مجھ حقیر کو ہدایت ہو جائے اس لئے میرے رحمٰن و رحیم ہادی نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پھر ان مبلغوں کو حیدرآباد و سکندرآباد روانہ کیا جائے۔ اسلئے پھر حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ تشریف لے آئے ان کے ساتھ جماعت احمدیہ حیدرآباد کے جنرل سکرٹری جناب مولوی سید بشارت احمد صاحب بھی شریک تھے۔ اب اُنھوں نے سکندرآباد میں تقریروں کا سلسلہ جاری کیا۔ مجھے بھی اس کا پتہ لگا۔ اور میں نے بھی اپنے مکان پر ان کی ایک تقریر کروائی۔ اسکے بعد ہمارے یہاں روزانہ قرآن شریف کا درس اور تبلیغ کا سلسلہ جاری ہوا۔ دوسری طرف میرے اہل حدیث دوست اور غیر احمدی علماء مجھے انکے خلاف سمجھاتے رہے۔ اسطرح مجھے ہر دو فریق کے عقائد اور دلائل سننے کا خوب موقعہ ملا۔ دو تین مہینے تک یہ سلسلہ رہا۔ آخر بفضل خدا تعالےٰ مجھے تسلی ہو گئی۔ کہ احمدیت حق ہے۔ صرف آپکے مجدد کے دعوے کی حقیقت سمجھنے سے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام دعاوی و دلائل۔ بلکہ آپ کی ہر ایک بات لفظ بلفظ صحیح ہونے کا کامل یقین ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث کے متعلق حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ:۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ یعنے یقیناً اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا۔ جو ان کے لئے ان کا دین تازہ کرے گا۔ (ابو داؤد۔ کنز العمال جمع الجوامع۔ مشکوٰۃ)

یہ کیسے محکم الفاظ ہیں۔ جس سے اسلام کی فضیلت کا ایک عظیم الشان قانون صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس اُمت کی راہ نمائی کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک خاص شخص کو مبعوث فرما کے اس کے ذریعے اس دین کی تجدید کرے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صدی کا مجدد کوئی معمولی شخص نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا خاص ربانی مصلح ہوتا ہے۔ پھر ایسا شخص جس کو خدا تعالےٰ اس اُمت کی راہ نمائی کے لئے خود مقرر فرمائے۔ وہ کس طرح جھوٹے دعاوی کر کے گمراہی کی اشاعت کر سکتا ہے۔ اس کا ہر ایک دعویٰ تو کیا۔ بلکہ اس کی ہر ایک بات لفظاً بلفظ صحیح یقین کرنے میں ہی خدا تعالیٰ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عین اطاعت ہے۔ اور اس عظیم الشان صداقت کی مخالفت یا انکار خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک جنگ ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی کی تحقیر یا دشمنی کی اس نے مجھ سے جنگ کیا (صحیح بخاری) بفضل خدا یہ چھوٹی مگر اہم بات ذہن میں ہونے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف تمام بد ظنیاں دل سے دور ہو گئیں۔ اور پھر آپ کی تصانیف غور سے دیکھنے لگا آپ کے تمام دعاوی کی صداقت آفتاب کی مانند روشن ہو گئی الحمد للہ ثم الحمد للہ

میرا ایک خواب

گو اس طرح خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے مجھ پر حق کھل گیا۔ پھر بھی مجھ میں یہ جرأت نہ تھی کہ میں اپنی خویش و اقارب اور اہل حدیث دوست کو ناراض کر کے احمدی سلسلہ میں شامل ہو جاؤں۔ اس لئے میں یوں ہی ٹالتا رہا۔ آخر ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے اہل حدیث دوست اور ایک دوسرے شخص کے پاس بیٹھا ہوا ہوں وہاں پر کسی ...... کی مذمت ہو رہی تھی۔ اتنے میں پولیس آ گئی اور ہم تینوں کو گرفتار کر کے سکندر آباد کی پولیس کورٹ میں کھڑا کیا۔ اور وہاں ہم تینوں کو آٹھ آٹھ روز کی قید کی سزا ہوئی۔ میں جیل میں رو رہا ہوں اور کہتا ہوں کہ مذمت تو میرے اہل حدیث دوست نے کی ہے اور میں ناحق گرفتار ہو گیا۔ تو مجھے کسی نے کہا کہ تو نے اس کی صحبت کیوں ترک نہ کی؟ جب میں سمجھ گیا کہ میرا اہل حدیث دوست احمدیہ سلسلہ کا مخالف تھا۔ اسلئے بھلا بُرا کہتا تھا۔ مگر مجھ پر تو حق کھل گیا تھا۔ پھر میں اسکے ساتھ ملا جلا رہتا ہوں۔ اسی دنیا میں اس کے ساتھ مجھے بھی جیل کی سزا ہوئی۔ اور اسی پر اڑا رہا تو آخرت میں دوزخ کی سزا ہوگی۔ یہ خواب میں نے اپنے اہل حدیث دوست کو سنا دیا۔ اس کے بعد میں نے چند ہی روز میں بیعت کر لی۔

ہر ایک احمدی پر تبلیغ فرض ہے

اس سلسلہ میں شامل ہونے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ہر ایک احمدی پر جان و مال سے تبلیغ کرنی فرض ہے۔ قرآن شریف کی بہت سی آیات سے اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے اس کی سخت تاکید ثابت ہے۔ سورۃ عصر میں خدا تعالےٰ قسم کھا کر فرماتا ہے کہ ہر ایک انسان کی خرابی ہے۔ سوائے ان کے جو مومن ہوئے اور نیک عمل کئے۔ پھر نیک عمل کی یہ تشریح فرما دی کہ حق کی تبلیغ کی جائے اور صبر کے ساتھ کی جائے۔ اسی طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہو جائیں گے سب کے سب جہنم میں جائیں گے۔ سوائے ایک کے اور سچے فرقے کی یہ علامت بتلائی کہ وما انا علیہ واصحابی یعنی جس طریق پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔ آپ اور آپکے اصحاب کا طریق کار کیا تھا؟ دن رات تبلیغ اسلام کرنا۔ اسلام میں صرف احمدیہ سلسلہ ہے جو دن رات تبلیغ میں مصروف ہے۔ اس لحاظ سے بھی ثابت ہوا کہ احمدیہ سلسلہ ہی اسلام کا سچا فرقہ ہے۔

غیر احمدی تبلیغ کیوں نہیں کرتے؟

مسلمانوں کے اکثر حصہ کو مذہب کی طرف توجہ نہیں وہ صرف اسمی اور رسمی مسلمان ہیں۔ پھر ان کے علماء میں اس قدر اختلاف ہے کہ اسلام میں ایسا ایک بھی فرقہ نہیں۔ جس پر انھوں نے کفر کا فتویٰ نہ لگایا ہو۔ پھر ان کے مفسرین قرآن شریف کے ایسے معنی اور تفسیر کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسلام کے مخالفوں کو اسلام پر اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑے ظالمانہ اعتراضات کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ مخالف تو درکنار خود انھیں کے علماء ان کی تفسیر گمراہ کن اور مسلمانوں کے لئے اس کا دیکھنا حرام قرار دیتے ہیں۔ جس کے ثبوت میں ایک مثال پیش کرتا ہوں:۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر کے متعلق فتویٰ

سنہ ۱۹۲۶ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب مکہ معظمہ تشریف لے گئے وہاں ان کی تفسیر ثنائی کے متعلق تحقیقات ہوئی۔ وہاں کے علماء مفتیوں اور قاضیوں کی مجلس نے جو فتویٰ شائع فرمایا اس کا کچھ حصہ یہ ہے:۔

"ثناء اللہ کی تفسیر میں بیان کئے ہوئے مسائل طریقہ اہل سنت اور اہل حدیث کے خلاف ہیں۔ ایسے شخص کو تنبیہ کی جاوے تاکہ عوام جہال اس کے دھوکے میں نہ آ جائیں۔ ثناء اللہ نے باوجود سمجھانے کے اپنی غلطی پر اصرار کیا۔ اور معاندانہ روش اختیار کی"

"یہ ایک بدعتی اور گمراہ کا کلام ہے مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں حلولیہ۔ اتحادیہ۔ جہمیہ اور معتزلہ کے مذاہب کو جمع کر رکھا ہے۔ نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اس کی اقتدار جائز ہے ...... اس کے کفر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں"

"وہ ثناء اللہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہنمی ہے۔ اس کی تمام کوششیں اس کی تصنیف میں ضائع ہو گئیں ...... پس مسلمانوں پر تو یہ واجب ہے کہ مولوی ثناء اللہ سے مقاطعہ کریں اور حکام کا یہ فرض ہے کہ اس کو زجر و توبیخ کریں۔ اگر بایں ہمہ وہ توبہ نہ کرے تو نہ اس کو سلام کیا جاوے اور نہ اس کے ساتھ نشست برخاست کی جاوے۔ اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ اور نہ اس کی قبر پر دعا کے لئے کھڑا ہو"

"ثناء اللہ کی تفسیر کلام الٰہی۔ صحیح احادیث نبویہ اہل حدیث اور مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کی تفسیر کے خلاف ہے اور اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جائے بلکہ تردید کی غرض سے دیکھنے کے سوا اسکا دیکھنا بھی حرام ہے"

(لفظاً از فیصلہ مکہ صفحہ ۱۵ــ۲۰)

اس طرح علماء کہلانے والوں کے نزدیک ایک دوسرے کی قرآن شریف کی تفسیر گمراہ کن ہو۔ اور مسلمانوں کو اس کا دیکھنا تک حرام ہو تو مسلمان کس طرح صحیح علم حاصل کر سکتے ہیں۔ اور کس طرح وہ تبلیغ کے اہم فرض ادا کر سکتے ہیں؟

ایک ربانی مصلح اس کی طرف مبعوث کیا جائے اور اس کے ذریعہ قرآن شریف کی صحیح تفسیر کا تازہ اسلام دنیا میں آشکارا ہو۔ اسطرح صرف وہی لوگ جو اس ربانی مصلح کو مانتے ہیں صحیح اسلام حاصل کر سکتے ہیں اور وہی مخالفین کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور وہی تمام جہان میں کامیابی کے ساتھ تبلیغ کر سکتے ہیں۔

دینی خدمت کیلئے تین چیزوں کی ضرورت دینی علم مال و فرصت

خدا تعالیٰ نے خاکسار کی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی دعا اپنے عظیم الشان فضل و احسان کے ساتھ معجزانہ طور سے قبول فرمائی۔ پہلے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی نوازش عجیب طور سے عطا فرمائی۔ اس کے بعد تبلیغ کا جوش دل میں پیدا کیا۔ اسکے لئے مجھے تین چیزوں کی ضرورت تھی۔ جو ابتداء میں میرے پاس مطلق نہ تھیں۔ وہ بھی معجزانہ طور سے عطا فرمائی

سب سے پہلے دینی علم کی ضرورت تھی اسکے متعلق میں نے شروع میں ہی عرض کر دیا ہے کہ ہم سال بھر میں دو بار عیدین کی نماز پڑھ لینا ضروری سمجھتے تھے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصانیف دیکھنے سے اور آپ کی تعلیم کے مطابق حقیقی اسلام حاصل ہونے سے مجھ حقیر کے ذریعہ انگریزی اردو۔ گجراتی میں ایسی کتابیں شائع ہوئیں۔ جو تمام جہان میں مقبول ہو گئیں۔ کسی کے پانچ کسی کے چھ۔ کسی کے سات ایڈیشن ختم ہو گئے خصوصاً

Extracts from Holy Quran

اس میں مختلف مسائل کے متعلق قرآن شریف کی آیات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث جمع کی گئی ہیں۔ پھر اس میں آپ کے وہ کارنامے کی حقیقت بتلائی گئی ہے۔ جس کی دنیا میں نظیر نہیں۔

پھر اس کے متعلق غیر مسلم اقوام کے مشہور لوگوں کے آراء۔ آپ کن امور میں دوسرے انبیاء سے ممتاز ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی صداقت قرآن شریف احادیث و بائبل سے ثابت کی گئی۔

پھر مختلف اقوام کے عقائد انہی کی کتابوں سے بتلائے گئے ہیں۔ اہل اسلام کو تنظیم واتحاد کے متعلق مشورہ وغیرہ وغیرہ۔

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب بہت مقبول ہوگئی۔ اس کے سات ایڈیشن ختم ہوگئے۔ معزز مسلم اور غیر مسلم لوگوں کی پسندیدگی کی آراء دنیا کے کونے کونے سے ملتی رہتی ہیں حتیٰ کہ آسمان سے بھی اس کی قبولیت کا پیغام وصول ہوگیا۔ جس کے متعلق مکرمی مخدومی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جو ۱۹۲۷ء میں لنڈن میں تھے۔ وہاں اپنے ۱۷ فروری کے خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں یہ خط آپ کو ایک بشارت کے طور پر لکھتا ہوں۔ ۱۲ اور ۱۳ فروری کی درمیانی رات کو میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ آئے ہیں۔ اور انہوں نے اکسیر اکٹ کی بہت تعریف کی ہے۔ یعنی یہ کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو بہت ہی پسند فرمایا ہے مگر ساتھ ہی کہتے ہیں کہ میں نے ابھی تک نہیں دیکھی۔ اور انہوں نے آپ کے مخالف بھائیوں کے طرز عمل کے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ کہ وہ اچھا نہیں کرینگے اگر مخالفت نہ چھوڑینگے۔

بہر حال میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ یہ کتاب ملاء الاعلیٰ میں مقبول ہوگئی ہے۔ اس کی مقبولیت بڑھے گی۔ اور یہ انشاء اللہ بابرکت ہوگی"

پھر دینی خدمت کے لئے دوسری چیز کی ضرورت تھی۔ وہ مال یعنی روپیہ۔

اسکے متعلق عرض ہے کہ ۵۰ سال پیشتر ہمارے والد صاحب بمبئی سے سکندر آباد تشریف لائے اور تجارت شروع کی۔

گو وہ بڑے تجربہ کار تاجر تھے۔ پھر بھی انکے انتقال تک ہم کوئی سرمایہ جمع نہ کرسکے۔ بلکہ مقروض ہی رہتے تھے۔ حتیٰ کہ میں نے چاہا کہ میں تجارت کا پیشہ چھوڑ کر کہیں ملازم ہو جاؤں۔

مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے مولا نے روز اول سے مجھے اپنے دین کی ملازمت کے لئے مقرر کر رکھا ہے اس لئے میرا نام بھی عبد اللہ رکھا گیا۔ اور بعد میں مسٹر محمد امین سابق ساگر چند بیرسٹر کو ایک خواب میں تبلایا گیا کہ میرا نام راہداس ہے۔ جس کے معنی خدا کا خادم۔ عبد اللہ کے معنی بھی یہی ہیں۔

تجارت میں ترقی

اس طرح خدا تعالیٰ نے میرے والد صاحب کی وفات کے بعد اس تجارت کو بہت ترقی دی اور ایک ذریعہ پیدا کیا۔ اور وہ یہ کہ میرے بھائی خان بہادر احمد الہ دین صاحب کو ایک اور معاملہ کرنے کی تحریک کی۔ جس میں میرا بھی حصہ کر لیا گیا۔ جس کے طفیل ہم دونوں کو بہت منافع ہوا اس طرح ان دو ذریعہ سے مجھے اس قدر منافع ہوا کہ میں جب سے احمدی ہوا ہوں تب سے

خدمت دین میں اڑھائی لاکھ روپیہ

اب تک قریب بیس سال میں قریبًا اڑھائی لاکھ روپیہ دینی خدمت کے لئے خرچ کر چکا ہوں۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے مجھ حقیر کی مالی معاملہ میں بھی معجزانہ طور سے تائید فرمائی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

پھر تبلیغ کے لئے مجھے تیسری چیز یعنی فرصت کی ضرورت تھی۔ مگر ہمارے تجارتی پیشے ایسے تھے کہ جن کے لئے ہم کو صبح کے چار پانچ بجے سے رات کے دس بجے تک حساب کتاب ختم ہونے تک کام کرنا پڑتا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے عجیب طور سے ان معاملات سے بھی فارغ کر دیا۔ وہ اس طرح کہ ۱۹۱۴ء کے سال میں میرے دل میں یہ بات ڈالدی کہ میں حج کے لئے جاؤں۔

میں نے پختہ ارادہ کر لیا۔ اور تیاری شروع کر دی۔ اور جو تجارتی معاملات میں دیکھتا تھا۔ وہ میرے بھائی خان بہادر احمد الہ دین صاحب اور ہمارے ماموں سیٹھ الہ دین ابراہیم صاحب کے حوالے کر دیا۔ اور میں فارغ ہوگیا۔

اس کے بعد یورپ کی جنگ چھڑ گئی اور اس نے ایسا زور پکڑا کہ سٹیمر والوں نے حج کے ٹکٹ دینے موقوف کر دیئے۔ اسطرح میرا حج کا جانا ملتوی ہوگیا۔

اٹھارہ گھنٹے روزانہ دینی کام

دراصل خدا تعالیٰ کی یہ مصلحت تھی۔ کہ میں اسطرح دنیوی کاروبار سے فارغ ہو کر دینی کاروبار میں لگ جاؤں۔ اس طرح بفضل خدا میں روزانہ ۱۸ گھنٹے دینی کام میں مصروف رہتا ہوں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰہ

خدا تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان بشارت

خدا تعالیٰ کے فضل واحسان مجھ حقیر پر اس قدر ہیں۔ جن کا بیان کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔ میں نے اپنے خانگی حالات جو کچھ بیان کئے ہیں۔ اور جو اب بیان کرنے لگا ہوں اس کے اظہار کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر ڈیڑھ سال قبل میری مخلص اہلیہ نے مجھے یہ تحریک کی کہ خدا تعالیٰ کے جو عظیم الشان فضل واحسان مجھ پر ہوئے ہیں۔ میں ایک کتاب میں لکھ رکھوں تو بہتر ہے۔ مگر میں نے ضروری نہ سمجھا اور ٹالتا رہا۔

آخر ایک دن خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ حکم ہوا کہ نعمت ربک فحدث یعنی تیرے پروردگار کی نعمت بیان کر۔ پس کی تعمیل میں خاکسار نے ایک ڈیڑھ سو صفحے کی کتاب لکھی ہے جس کا کچھ حصہ یہاں بھی درج کر دیا ہے

(۱) احمدی ہونے سے کچھ عرصہ پیشتر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ بشارت ہوئی کہ ؎

چمکی ہے فرزند تیری ان دنوں تقدیر ہے
تخت سلطانی پہ تیرے بالکی تصویر ہے

یہ کیا بات ہے میں سمجھا ہی نہیں۔ مگر احمدی ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ تقدیر کے چمکنے سے مراد احمدیت کی نعمت حاصل کرنی ہے۔

شعر کا دوسرا حصہ بھی پورا ہوا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ بھی تبلا دیا کہ میرے والدین جنت میں خوش حال ہیں

(۲) حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سالانہ جلسہ ۱۹۲۳ء پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

حیدر آباد کی پرانی جماعت ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی جماعت ہے۔ مگر بحیثیت تبلیغ بہت پیچھے ہے۔ البتہ بحیثیت فرد دوسری جماعتوں کو چیلنج دے سکتی ہے

سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب اس جماعت میں ایسے فرد ہیں کہ جنہیں دیکھ کر مجھے دوہری خوشی حاصل ہوتی ہے ایک تو خوشی ان کی تبلیغی خدمات کو دیکھ کر حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسری خوشی اس لئے کہ ان کے بیعت کرنے سے پہلے شیخ یعقوب علی صاحب نے مجھے لکھا کہ سکندر آباد میں ایک مخیر سیٹھ ہیں۔ جو احمدیت کی طرف مائل ہیں دعا کریں کہ وہ احمدیت میں داخل ہو جائیں۔ اسوقت میں نے دعا کی اور

رویا دیکھا

کہ ایک تخت بچھا ہے۔ جس پر سیٹھ صاحب

بیٹھے ہیں۔ رویا میں ان کی میں نے جو شکل دیکھی تھی۔ بعینہٖ وہی شکل تھی۔ جو میں نے اسوقت دیکھی جب وہ مجھے ملے اسوقت آسمان کی کھڑکی کھلی۔ اور میں نے دیکھا کہ فرشتے سیٹھ صاحب پر نور پھینک رہے ہیں۔ ان کے بیعت کرنے پر مجھے خوشی ہوئی کہ میرا خواب پورا ہوگیا۔ وہ اتنا وقت اور اتنا روپیہ تبلیغ احمدیت کے لئے صرف کرتے ہیں۔ کہ کوئی اور فرد نہیں کرتا۔ تبلیغ احمدیت کے متعلق ان کا جوش ایسا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابہ مولوی برہان الدین صاحب وغیرہ میں تھا۔ اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا جوش اس طرح ہے جیسے سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب میں تھا۔"

(۳) حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ایک خواب میں دیکھا کہ:-

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔ حضرت صاحب نے ایک اہم معاملہ میں مشورہ کے لیے ایک جلسہ قائم کرنے کا حکم فرمایا جس میں صرف ان ہی لوگوں کو شامل کرنا تھا۔ جو اولین۔ سابقین اور مخلصین میں سے تھے۔ جلسہ مسجد مبارک کی چھت پر ہوا۔ جس میں خاکسار بھی شریک تھا۔"

(۴) حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے ایک خواب میں دیکھا کہ میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ:-

"میرے تعلق کے لئے خدا کے ساتھ تعلق ضروری ہے۔"

(۵) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے ایک خواب دیکھا کہ:-

"میرا مکان بہت عالی شان اور بہت وسیع ہے۔ اس کے احاطہ میں ایک نہر جاری ہے۔ اس کا پانی نہایت شفاف ہے۔ جیسے چاندی یا پارے کا ہو۔ اس کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ خاکسار کا تبلیغی کام خداتعالیٰ کی رضامندی کے مطابق ہے اور وہ خدا کی نہر کی طرح ہمیشہ جاری رہے گا۔"

(۶) پھر اور ایک خواب میں آپ نے دیکھا کہ:-

"میرے تین نام ہیں (۱) میرزا ظفر اللہ خان (۲) نورالدینؓ (۳) عبدالباسط۔"

(۷) پھر ایک اور خواب میں آپنے دیکھا کہ:-

"میرے یہاں مرحوم حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ اور جناب مفتی فضل الرحمٰن صاحب تشریف لائے ہیں۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ یہاں کیوں تشریف لائے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم تو یہاں ہی رہتے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ خداتعالیٰ کا فضل و رحم میرے شامل ہے اور یہاں سے دین کی روشنی جاری ہے۔"

(۸) پھر ایک اور خواب میں میرا نام عبدالقیوم بتایا گیا۔

(۹) مکرمی اخویم مولوی محمد بہاء الدین صاحب حیدرآباد نے ایک خواب دیکھا کہ:-

"میں ایک محل میں ہوں جو نہایت خوشنما ہے محل کی زمین شیشے کی ہے جیسا کہ محل سلیمان علیہ السلام کا ذکر قرآن شریف میں ہے کہ صرح ممرد من قواریر اور شیشے کے نیچے شہد یا دودھ کی نہر جاری ہے۔"

اور فرماتے ہیں کہ:-

"محل کی خوبی اور نفاست کا کیا ذکر کروں کہ صبح تک اس کا لطف مجھے آتا رہا۔"

یہ خاکسار کا مختصر سا بیان کہ
"میں کسطرح احمدی ہوا"
اور خداتعالےٰ نے مجھ حقیر پر کیسے عظیم الشان احسانات محض اپنے فضل سے نازل فرمائے

کاش

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے منکرین و مخالفین ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو کیا اس کے افراد پر اسطرح خداتعالیٰ کا فضل و احسان ہوسکتا تھا؟ ہرگز نہیں

خداتعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور حق سمجھنے کی توفیق اور قبول کرنے کی جرأت عطا فرمائے۔ یہ ہماری درد دل کی دعا ہے۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار
عبداللہ الہ دین
سکندرآباد
۱۴؍جون ۱۹۳۴ء

اسلام پر بہترین کتابیں

آیات قرآنی کا لطیف انتخاب

(بزبان انگریزی)

جس میں قرآن کریم کے دلائل اور فضائل اسلام اور بانئے اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور حقانیت کے براہین پر قرآنی آیات بڑی نہایت ہی لطیف اور سلیس پیرایہ میں انتخاب کرکے جمع کی گئی ہیں۔ آٹھ نو مرتبہ ہزاروں کی تعداد میں یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ اب کثرت اشاعت کے پیش قیمت مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ قیمت بھی بہت کم کردی ہے یعنی صرف ۸؍ صفحات قریباً ۳۰۰۔

اسلامی اصول کی فلاسفی

(انگریزی و اردو)

یہ زبردست رسالہ جس میں اسلام کے متعلق نہایت دلچسپ اور لطیف پیرایہ میں سیر کن بحث کی ہے۔ اور تقریباً تمام اہم اعتراضات کا تسلی بخش طریق پر جواب ہے۔ اور اسلام کی مقدس تعلیم کو نہایت مدلل اور ایسے محبوب ترین طریقے سے غیر مذاہب کے مقابل میں پیش کیا گیا ہے۔ کہ خواہ کوئی متعصب سے متعصب غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اس کے مطالعہ کے بعد یقیناً وہ اپنی پہلی رائے بدلنے پر مجبور ہوگا

کثرت اشاعت کی خاطر اس کی قیمت لاگت سے بھی کم رکھی گئی ہے
انگریزی ۴؍
اردو ۳؍

یہ کتاب ٹامل اور گجراتی زبان میں بھی طبع ہو چکی ہے

اسلام احمدیت کے متعلق ہر قسم کا لٹریچر اردو و انگریزی زبان میں مل سکتا ہے

ملنے کا پتہ
دفتر انجمن ترقی اسلام
سکندرآباد (دکن)

مشاہداتِ عرفانی

۱۶ر جولائی ۱۹۳۶ء یوم جمعۃ المبارک

حسب معمول نماز جمعہ کے لئے پہنچ گیا۔ مسز ایمی جورڈن میرے ساتھ تھیں۔ درد صاحب نے کل ٹیلیفون پر مجھے کہا تھا کہ مسٹر فلبی آج چار بجے مسجد دیکھنے آئینگے چنانچہ وہ اپنے وقت مقررہ پر آیا۔ اور کچھ عرصہ تک درد صاحب نے ملاقات کے کمرہ میں افتتاح مسجد کے متعلق باتیں کیں۔ پھر ہم سب چائے پر بیٹھے۔ اور وہاں ہی سب دوستوں سے تعارف ہوا۔ میں ان سے پہلے مل چکا تھا۔ معمولی خوش گپیاں ہوتی رہیں۔ فلبی صاحب نے سلسلہ کی اہمیت کے اندازہ کے لئے (میرے اپنے خیال میں) جماعت کی تعداد پوچھی۔ درد صاحب نے کہا کہ کوئی باقاعدہ رجسٹر ہمارے پاس نہیں تاہم ہمارا جو خیال اور اندازہ ہے وہ ایک ملین کے قریب ہے اور روز بڑھنے والی جماعت کا رجسٹر رکھا بھی نہیں جا سکتا فلبی صاحب نے کہا کہ سب سے بڑی جماعت پنجاب میں ہوگی۔ جس کا جواب ہاں میں دیا گیا۔ چائے نوشی کے بعد اس نے مسجد کو دیکھا۔ اور بہت پسند کیا۔ واپسی پر خواہش کی کہ مسجد کی ایک مختصر سی تاریخ اس کو دی جائے تاکہ وہ خود اسپر آرٹیکل لکھے۔ چونکہ آج ہی سوا آٹھ بجے شب کو بلکہ شام کو مسٹر فلبی کا ایک لیکچر مسٹر لی آون کے ہال میں ہے۔ اس لئے ہم وہاں سے اس جگہ چلے گئے۔ ہال ایک معمولی سا چھوٹا سا کمرہ ہے۔ جس میں بیس پچیس آدمیوں کے لئے گنجائش ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو صاحب خانہ مسٹر لیون کے علاوہ مسٹر ادھر فیلڈ بھی تھے۔ جن کے مضامین کے ترجمہ بعض اوقات ہندوستان کے اخبارات میں بھی شائع ہوا کرتے ہیں۔ وہ عیسائی ہیں۔ اور اپنے آپ کو ترکوں کا بہت ہوا خواہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس معاملہ میں اپنی قوم پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے ہیں۔ بہر حال کچھ آدمی اور عورتیں بھی آئیں اور اخبارات کے بھی تین نمائندے تھے۔ اس طرح پر گویا ہال بھر گیا۔ لیکچر کے شروع ہونے سے پہلے مسٹر ادھر فیلڈ نے حاضرین کی دلچسپی کے لئے گراموفون کو جاری رکھا۔ اور مسٹر لی اون یا سوسائٹی کی طرف سے چائے پیش ہوتی رہی۔

وقت مقررہ پر مسٹر فلبی کے لیکچر کے لئے ڈاکٹر لی اون صدر ہوئے۔ اور مسٹر فلبی نے اپنے خیالات کا اظہار اسلامی ممالک کی موجودہ حالت پر کیا۔ سیریا اور فلسطین پر ریویو کرتے ہوئے انھوں نے موجودہ طریق مینڈیٹ کے خلاف آواز اٹھائی۔ اور حجاز ریلوے کی ضبطی پر نہایت درد سے اظہار افسوس کیا کہ یہ حجاج کے آرام اور فائدہ کے لئے بنائی گئی تھی۔ اسے لڑائی کے بعد گورنمنٹ کو ضبط نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ان کی تقریر کے بعد ڈاکٹر لی اون نے مزید صراحت حجاز ریلوے کے متعلق کی۔ پھر تحریک شکریہ کے لئے ہمارے درد صاحب نے مختصر سی مگر موزوں اور مؤثر تقریر کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ مسٹر فلبی نے اپنے عمل سے انگریزوں کو بتایا ہے کہ اسلامی ممالک کے متعلق دلچسپی کے پورے اظہار کے لئے وہاں کی زبان اور مذہب کا مطالعہ ضروری ہے۔ چنانچہ وہ خود عربی اور فارسی خوب جانتے ہیں اور اردو بھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ دوسرے لوگ بھی ان کے نقش قدم پر چلیں گے۔ اور اسلامی ممالک کو کما حقہ سمجھنے کے لئے عربی زبان کے لئے توجہ کریں گے۔ جب تک مسلمانوں کے مذہب اور ان کی مذہبی زبان سے واقفیت نہ ہو۔ اسوقت تک پوری حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اور زبان ایک ایسی چیز ہے جو اتفاق اور اتحاد کے لئے بہت ضروری ہے۔ اب اس کے بعد تقریر کا کوئی موقعہ نہیں تھا۔ مگر ادھر فیلڈ صاحب نے اپنا سگار نکال لیا۔ اور جلسہ ختم ہوا اور جلسہ ختم ہوا۔ ادھر فیلڈ صاحب کاسۂ چندہ لے کر دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ درد صاحب نے بھی ۲½ شلنگ سلسلہ کی طرف سے دے دیئے اور اس طرح یہ جلسہ روپہری خوشی کے ساتھ ختم ہوا۔

ماربل آرچ تک ہم سب اکٹھے آئے۔ میں وہاں سے تھوڑی دیر کے لئے پارک کو چلا گیا۔ اور درد صاحب اور ملک صاحب مسجد کو تشریف لے گئے۔ میں ابھی جا کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ ایک نوجوان (جو ایک عرصہ سے بیکار ہے) میرے پاس آیا۔ وہ پہلے بھی ایک مرتبہ ملے تھے۔ مگر میں اسوقت ان کو اس قابلیت کا آدمی نہ سمجھتا تھا۔ آج معلوم ہوا کہ وہ جرنلسٹک قابلیت رکھتا ہے۔ اس سے حسب ذیل گفتگو ہوئی:-

نوجوان۔ آپ نے کبھی وار کرائی (یعنی جنگی بگل انگریزی میں مکتی فوج کا ایک اخبار ہے) پڑھا ہے؟

میں۔ ہاں میں نے ہندوستان میں ایک مرتبہ دیکھا تھا۔ اس میں کیا ہے؟

نوجوان۔ میں نے اس میں مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔

میں۔ اچھا! میں نے کبھی نہیں سمجھا تھا کہ آپ اخبار کے لئے لکھتے ہیں۔ مجھے بہت ہی خوشی ہوئی۔ اسلئے کہ میں خود بھی مذاق رکھتا ہوں۔

نوجوان۔ میں نے پہلے اسی سلسلہ کو شروع کیا تھا۔ مگر رہ گیا۔ اب پھر میں نے اس طرف توجہ کی ہے۔

میں۔ میں اس سلسلہ کو بہت پسند کرتا ہوں۔ یہاں اس سے بہت روپیہ کمایا جا سکتا ہے۔ آپ اس کو نہ چھوڑیں۔ یہ حالت بدل دے گا۔ ایک دن آپ بہت بڑے لکھنے والے ہوں گے۔

نوجوان۔ اسوقت دو آرٹیکل میری جیب میں ہیں۔ ایک کا عنوان ہے "تاجر چوب" میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔

میں۔ بہت اچھا۔ مجھے خوشی ہوگی۔

اسپر اس نے وہ آرٹیکل جو نہایت بھدے کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ اسلئے کہ میرا آشنا نوجوان مالی مشکلات کیوجہ سے کوئی اچھا کاغذ خرید نہیں سکتا۔ مگر مضمون نہایت لطیف ہے۔ اردو میں اس کا وہ لطف نہیں رہتا۔ مضمون دراصل یہ ان لوگوں کے متعلق ہے۔ جو یہاں دیا سلائی کی ڈبیاں ہاتھوں ہاتھ میں لے کر کھڑے رہتے ہیں۔ دراصل وہ ایک قسم کے سائل ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ گداگری قانوناً منع ہے۔ اسلئے وہ دیا سلائی کی ڈبیاں ہاتھ میں لے کر کھڑے رہتے ہیں۔ بعض غریب الطبع اور رحمدل لوگ بغیر ڈبی لئے کچھ دے جاتے ہیں۔ اور بعض معمولی قیمت سے زیادہ دے دیتے ہیں۔ اور بعض حضرات اصلی قیمت دیکر ڈبی اٹھا لیتے ہیں۔ غرض اس نو آموز جرنلسٹ نے اسے "تاجر چوب" کے معزز مگر ظریفانہ خطاب سے مخاطب کرکے نہایت ہی متانت کے ساتھ اس کو پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور پھر دوسرا مضمون اس نے باجہ نواز میجر پر لکھا ہے۔ اور اس سے مراد وہ شخص ہے۔ جو گلیوں میں باجہ بجا کر اپنی گذر اوقات کرتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ علی العموم فوج سے نکلے ہوئے لوگ ہوتے ہیں اسی مناسبت سے اس نے میجر باجہ نواز نام رکھ دیا غرض ان مضامین سے اس کے ذہن رسا کی خوبی کا پتہ لگتا تھا۔ دیر تک میں اس کے متعلق مشورہ دیتا رہا اسی اثناء میں ایک اور تعلیم یافتہ مگر مخمور صاحب آ گئے۔ وہ ایک مرتبہ پہلے بھی مجھے ملے تھے۔ شراب کے شوقین ہیں۔ پہلے جب ملے تھے تو پی کر نہ آئے تھے پینے جا رہے تھے۔ اور اب سرشار ہو کر آئے تھے۔ میں نے ان کو پہچانا نہیں تھا۔ مگر انھوں نے پہچان لیا۔ اور مجھے مخاطب ہو کر کہا:-

مخمور۔ گوڈ ایوننگ

میں۔ گوڈ ایوننگ سر!

مخمور۔ جب ہم کسی صاحب سے تعارف کرلیں تو پھر پاس سے بغیر سلام اور مزاج پرسی کے گذرنا اخلاق کے خلاف سمجھتے ہیں۔ آپ سے ایک مرتبہ ملاقات ہوئی تھی۔ اب میں نے پاس سے اسطرح پر گذرنا آداب ملاقات کے خلاف سمجھا

میں۔ آپ کی مہربانی کا شکریہ ہے۔ مگر مجھے یاد نہیں آتا کہ آپ سے کب ملاقات ہوئی تھی۔ کیا آپ مجھے اس کے لئے معاف فرمائیں گے۔

مخمور۔ آپ کو یاد نہیں رہا میں تو سمجھتا ہوں آپکا حافظہ بہت اچھا ہے۔ میں آپ سے یہاں ایجویر روڈ پر ملا تھا۔ اور انگلستان کی عظمت پر گفتگو ہوئی تھی۔

میں۔ ہاں مجھے یاد آگیا۔ آپ کو پھر ملکر بہت خوش ہوا۔ مگر معاف فرمائیے آج تو آپ پئے ہوئے ہیں۔

مخمور۔ میں نے تو اسدن بھی کہا تھا کہ میں پیتا ہوں

اور یہ میری سرشت میں ہے۔ میرے دادا صاحب اور والد صاحب تو بہت پینے والے تھے

میں۔ میں معافی چاہتا ہوں جبکہ یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ آپ کے حصہ میں ان کی طرف سے شراب پینا ہی آیا۔ اور آپکے خاندان کی یہی ایک خاندانی روایت ہے۔ جس کو آپ قائم رکھنے میں خوش ہیں۔

میرے اس کہنے پر وہ بہت ہنسے اور مجھے خود بھی ہنسی آگئی۔

مخمور۔ آپ تو بہت زندہ دل معلوم ہوتے ہیں۔

میں۔ ہمارے ملک میں ایک مثل ہے کہ "زندہ دلی ہی زندگی ہے"

مخمور۔ اوہ بالکل سچ ہے

میں۔ آپ اسے چھوڑ نہیں سکتے

مخمور۔ چھوڑ سکتا ہوں اگر میں عزم کرلوں ہم برٹش (انگریز لوگ) جب کسی کام کرنے کا عزم کر لیتے ہیں۔ تو اسے کرکے چھوڑتے ہیں۔

میں۔ مجھے تو بہت بڑی خوشی ہوگی اگر آپ اس کے چھوڑنے کا عزم کرلیں۔

مخمور۔ میں اپنی خاندانی ٹریڈیشن کو نہیں چھوڑ سکتا۔

میں۔ اچھی ٹریڈیشن کو قائم رکھنا چاہیئے اور اس قسم کی چھوڑ دینی چاہیئے

مخمور۔ آپ کو معلوم نہیں ہم شراب کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ زندگی کو زندگی بناتی ہے۔ اور اس میں قوت کا راز ہے

میں، میں تو تمباکو بھی نہیں پیتا۔ ویسے بھی بڈھا ہوں مگر سمجھتا ہوں میرے قویٰ تم سے اچھے ہیں۔

مخمور۔ کیا دماغی یا جسمانی۔

میں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ دونوں اچھے ہیں۔

مخمور۔ اچھا اپنی توجہ میرے دماغ پر ڈال کر اپنے خیالات کے ماتحت کرکے دکھاؤ

میں۔ میں اس قسم کے کھیلوں کا عادی نہیں۔ اگر اس طریق پر فوقیت ثابت ہو جاتی ہے تو آپ اپنا عمل کرکے دکھائیں۔

مخمور۔ میں نے تو آپ کی دماغی قوت دیکھنا چاہا تھا آپ اس کو کھیل کہتے ہیں تو چھوڑ دیجئے۔ میں آپکو ناراض نہیں کرتا۔

میں۔ میں تو ناراض نہیں آپ سے ہنسی ہنسی کی باتیں کرتا ہوں آپ ایسا خیال کیوں کرتے ہیں؟

مخمور۔ میرا دماغ کمزور ہوتا تو میں علوم نہ پڑھ سکتا۔

میں۔ میں نے یہ اعتراض نہیں کیا۔ نسبتاً ایک چیز کا دوسری سے اچھا ہونا۔ دوسری کی صفت کو کھو نہیں دیتا۔

مخمور۔ میں اقلیدس جانتا ہوں۔

میں۔ آئیے میں اقلیدس میں آپکا امتحان لوں۔

مخمور۔ بہت اچھا پوچھئے۔

میں۔ ثابت کرو کہ مثلث قائم الزاویہ کے ہر دو اضلاع کا مربع اس کے وتر کے مربع کے برابر ہوتا ہے؟

مخمور۔ میں جیومیٹری کے طریق سے اس کو ثابت کردیتا ہوں

میں۔ میں تو اقلیدس کے طریق پر چاہتا ہوں۔

مخمور۔ اچھا صاحب! اب میں کوچہ عشاق (LOVERS ROW) کو جانا چاہتا ہوں۔ گوڈ نائٹ۔

میں۔ شب بخیر۔

پھر میں نوآموز جرنلسٹ سے باتیں کرتا ہوا واپس ہوا۔ اور گھر آکر نماز پڑھی۔ حسب معمول سونے سے پہلے شام کے اخبارات پڑھے آج لنڈن میں پہلا دن ہے کہ میری جیب میں صرف ۱۶ر ہیں۔ اور کہیں سے کوئی روپیہ ملنے کی توقع نہیں ہے۔ چونکہ طبیعت اس قسم کے مشاہدات کی عادی ہے۔ طبیعت پر وطن کی دوری کی وجہ سے بوجھ ہوتا ہے۔ مگر اس میں کوفت ملی ہوئی نہیں۔ خدا کے فضل پر بھروسہ رکھتا ہوں۔

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف

(مینیجر)

حیاتِ احمدؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح حیات خاکسار شائع کر رہا ہے اس سلسلہ میں حضور کی چالیس سالہ زندگی کے حالات پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ اب آپ کی زندگی کے دوسرے دور یعنی سنہ ۱۸۷۹ء سے سنہ ۱۸۸۹ء تک کے حالات شائع ہو رہے ہیں۔ چونکہ تالیف ضخیم ہوگی۔ اسلئے سو سو صفحہ کے حصص میں شائع ہو رہا ہے۔ جس کا پہلا نمبر گذشتہ سال شائع ہوا تھا۔ اب دوسرا نمبر جس میں

سنہ ۱۸۸۳ء تک کے حالات

ہیں شائع ہو گیا ہے۔ حسب معمول اس کی قیمت بھی ایک روپیہ ہے۔ اگر احباب چاہتے ہیں کہ جلد یہ تالیف مکمل ہو جائے۔ تو اس کے کم از کم ۵۰۰ خریدار مکمل ہو جاویں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا کہ

ہر احمدی کے گھر میں ہونی چاہیئے

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار الحکم قادیان

مشاہدات عرفانی

ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی صورت میں شائع کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھوں کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا کہ قعر مذلت سے نکل کر بام رفعت پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں۔ اس کا جواب ہوگا۔

ہر مقام اور شہر جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔

قیمت جلد اول دو روپے علاوہ محصولڈاک۔ لیکن الحکم بکڈپو نے فیصلہ کیا ہے کہ

پہلے سو خریداروں سے بجائے دو روپے کے صرف ایک روپیہ آٹھ آنے لئے جاویں۔ احباب جلد آرڈر دیکر فائدہ حاصل کریں

ملنے کا پتہ

الحکم بکڈپو قادیان دارالامان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا)